خطیبِ شامِ غریباں

علامہ سید عرفان حیدر عابدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطیبِ شامِ غریباں

مجموعۂ تقاریر

امین رُوحِ اِنقلاب

علّامہ سیّد عرفان حیدر عابدی

اعلیٰ اللہ مقامہٗ

مرتب:

شاہد ملک

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ)

PUBLISHED BY:

MOHSIN NAQVI ACADEMY

MULTAN - PAKISTAN.
TEL # 552959 - FAX # 512367

FIRST EDITION :APR 1999

SECOND EDITION :DEC 1999

THIRD EDITION JAN 2002

تقسیم کار : **محفوظ بک ایجنسی کراچی**

رحمت الله بك ايجنسى كهارادر كراچى

افتخار بك ايجسنى اسلام پوره لاہور

محسن نقوى اكادمى چونگى نمبر 14 ۔ بلال نگر۔ ملتان

مکتبۃ الحسین ۔ نواں شہر ملتان

علی بک ھاؤس ۔ دربار شاہ شمسؒ ملتان

شاہد ملک نے
محسن نقوی اکادمی ملتان سے شائع کی

قیمت : -/ 100

عکس

۱۔	حرف آغاز	۷
۲۔	خطیبِ شام غریباں	۹
۳۔	کتنی اداس شام کے صحرا میں تیرے لفظ	۱۵
۴۔	ہمارا عشق ٹھہرا معتبر آہستہ آہستہ	۱۶
۵۔	جب انکی چشم کرامات ہو گئی پیارے	۱۷
۶۔	ہر سال جب بھی آئے محرم کی چاند رات	۱۸
۷۔	تاریخ اسلام، تاریخ مسلمان	۲۰
۸۔	مجھے عرفاں یہی شکوہ ہے تاریخ مسلماں سے	۳۲
۹۔	ایمانِ ابو طالبؑ	۳۳
۱۰۔	شہزادۂ سبز قبا!	۴۵
۱۱۔	ٹھکرا کے تخت چل دیئے اس بانکپن کے ساتھ	۵۶
۱۲۔	عدل و احسان	۵۷
۱۳۔	جب نعتِ مصطفیٰؐ کا اثر بولنے لگے	۶۵
۱۴۔	مقصدِ بعثت	۶۶
۱۵۔	چشم گریاں ہے غم سبطِ پیمبرؐ دیکھ کر	۷۹
۱۶۔	مرثیہ فاطمۃ زہراؑ	۸۱
۱۷۔	سحر انگیز خطیب	۸۳
۱۸۔	فخرِ ملّت ذاکرِ شامِ غریباں سو گیا	۸۵
۱۹۔	پیغام آخر	۸۶

۲۰۔	قطعات (ریحان اعظمی)	۸۹
۲۱۔	قطعہ تاریخ (شاہد نقوی)	۹۰
۲۲۔	میرے پاپا	۹۱
۲۳۔	علامہ میثم جرولی (تعزیتی پیغام)	۹۴
۲۴۔	ہمارے ہیں حسینؑ	۹۵
۲۵۔	شریعتِ معصوم	۹۶
۲۶۔	شانِ رسالتؐ	۱۱۲
۲۷۔	نوحہ	۱۲۵
۲۸۔	تعزیت نامے	۱۲۶
۲۹۔	مجدّدِ خطابت	۱۲۸
۳۰۔	سرورِ کونینؐ	۱۲۹
۳۱۔	علّامہ عابدی کی تقاریر پر تاثرات	۱۳۸
۳۲۔	یادگار تصاویر	۱۴۳

انتساب:

خطبۂ شام

سیدہ زینب ؑ کے نام

زمانہ مجھ کو کہے ذاکرِ ابو طالبؑ
بڑا شرف ہے یہ عرفان عابدی کیلئے

حرفِ آغاز

ہمارا تشخص، ہماری انفرادیت، ہماری قومی تاریخ جو کچھ بھی ہے فقط حسینؑ ابن علیؑ کا صدقہ ہے یہ امام حسینؑ کا ہی کرم ہے کہ ہم زندہ ہیں۔ ورنہ زمین کے اس ہولناک صحرا میں ہم اور ہماری قوم اس طرح سے گم ہو جاتی کہ پہچانی بھی نہ جاتی، لیکن ہماری جانیں قربان اس حسینؑ ابنِ علیؑ کے لئے جس کے نام سے ہم پہچانے جا رہے ہیں۔ یہ ذکر جہاں ہماری پہچان کا وسیلہ ہے وہاں حصولِ علم و عرفان کا بھی ذریعہ ہے اگر یہ ذکر نہ ہوتا تو بلا شبہ انسانیت ابو جہل ہو جاتی اور بقول حضرت محشر لکھنوی کے کہ

کچھ دیر فرض کیجئے اہلِ عزا نہ ہوں
سارا جہاں حسینؑ کا قاتل دکھائی دے

یہ ذکر ہمارا محسن ہے، اور اگر سمجھا جائے تو اس ذکر کی ترویج ہمارا اولین فریضہ ایمان ہے ذکر حسینؑ کی نشر و اشاعت کے لئے محسن نقوی اکادمی ایک عرصے سے اپنا فریضہ ایمانی انجام دے رہی ہے کچھ عرصے سے ہم نے ''ذبیح فرات'' کے ساتھ ساتھ کتابی سلسلہ بھی شروع کیا ہوا ہے ہماری پہلی کتاب ''کربِ ناتمام'' کو جس طرح آپ نے پذیرائی بخشی اس کے لئے ہم آپ کے تہہ دل سے **ممنون** ہیں۔

اب ہماری دوسری کاوش خطیبُ الایمان حضرت علامہ عرفان حیدر عابدی اعلیٰ اللہ مقامہٗ کی تاریخی تقاریر پہ مشتمل کتاب ''خطیب شامِ غریباں'' آپکے ہاتھوں میں ہے اس کتاب میں جہاں سرکار علامہ کے خطبات کو یکجا کیا ہے وہاں ہم نے ان کی منتخب شاعری بھی شامل کی ہے تقاریر کے ساتھ ساتھ آپ انکی شاعری سے بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے!

انشاء اللہ! عنقریب ان کے مرثیوں پہ مشتمل کتاب بھی منظرِ عام پر لانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جنہیں ان کے فرزند ارجمند خطیب نوجواں سید محمد علی عابدی سلمہٗ نہایت

حسنِ اہتمام سے ترتیب دے رہے ہیں۔

اس کتاب میں شامل تمام مجالس یقیناً قلوبِ قارئین کو منور کریں گی۔ اور انکی دینی بصیرت میں معتدبہ اضافہ ہوگا۔ ہم اس دعوے کے ساتھ یہ کتاب حضرات قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں کہ اگر تعلیم یافتہ حضرات ان مجالس کو حفظ کر کے مجالس میں پڑھیں گے تو ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ مجالس دینی و قومی نقطہ نظر سے سامعین کے لئے بے حد مفید و کار آمد ثابت ہوں گی۔ اور ان میں مذہب و ملت کی ٹھوس اور تعمیری خدمات انجام دینے کا صحیح جذبہ بیدار ہوگا جو ہماری قومی زندگی میں انقلاب پیدا کرنے کا موجب ثابت ہو سکتا ہے۔

ان مجالس کی نشر واشاعت علامہ عابدی کی روح کو بھی شاد کرے گی کیونکہ وہ ملت کی سربلندی کے لئے ہر آن کوشاں رہتے تھے اور انہوں نے زندگی بھر زبان و قلم سے قوم کی ترقی و بہبود کے لئے جہاد فرمایا۔

مجالس کا یہ مجموعہ سابقہ مجالس کے تمام مجموعوں کی روایت سے ہٹ کر ہے پھر یہ کہ تقریر کی زباں اور ہوتی ہے اور تحریر کا انداز اور، اس میں یقیناً اشتباہات بھی ہوں گے اگر ان کی طرف متوجہ کیا گیا تو آئندہ ایڈیشن میں ان کا ازالہ ہو جائے گا۔ میں علامہ عرفان حیدر عابدی کے فرزند، سید محمد علی عابدی، علامہ کے شاگردانِ رشید مولانا ناصر عباس، علامہ مہدی و ہاج موسوی، کا شکرگزار ہوں کہ جنہوں نے میرے ساتھ ہر ممکن تعاون کیا۔

قارئین کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ علامہ عرفان حیدر عابدی اعلی اللہ مقامہٗ اور انکی اہلیہ سیدہ نیر عابدی کی روح پر فتوح کے لئے سورہ فاتحہ تلاوت فرمادیں۔ شکریہ

شاہد ملک

خطیبِ شامِ غریباں۔ نقیبِ صبحِ قلم

سید محسن نقوی

جذبہ وخیال کی مشترکہ وادیوں میں مہکتے دہکتے افکار وعقائد اور محسوسات ونظریات کو فصاحت وبلاغت کی آنچ دے کر حرف وصوت کے معیاری پیمانوں میں پگھلا کر سماعتوں میں انڈیلنے کا نام علم البیان ہے۔ علم البیان بندھے ٹکے طریقے سے دوسرے تک پہنچایا جائے تو "درس" ہے زیر وبم کے بغیر اس کی ترسیل محض پیغام رسانی ہے اور ہر لفظ کو اس کی مقررہ وزن کے ساتھ صحیح وقت پر صحیح انداز سے برتنے کا نام خطابت ہے۔

جب ہماری سماعت میں پہلے پہر کی دھوپ کھلی اس وقت برصغیر میں خطابت کا آفتاب نصف النہار پر تھا نطق ولب کے تمام ذائقے اور تمام رنگ منبر پر یکجا ہو گئے تھے ہندوستان میں سرکار ناصر الملت اور علامہ سبط حسن صاحب کے سینچے ہوئے پودے اب چھتنار بن چلے تھے ہندوستان اور پاکستان میں ایک سے بڑھ کر ایک خطیب اپنی زبان کے جوہر دکھا رہا تھا۔ خالی زبان ہی نہیں علم بھی تھا، فلسفہ ومنطق بھی' استدلال بھی، مطالعہ، مجاہدہ اور مناظرہ بھی، ایک دوسرے کی عزت بھی، احترام بھی، تکریم وتعظیم بھی، معیاری تحقیق اور صحتمند تنقید بھی، غرض منبر کی تاریخ سولہ سنگار کئے آئینہ ایام کی حیرتیں بڑھا رہی تھی۔

کراچی میں علامہ رضا حسین رشید ترابی اور خطیب اعظم سید محمد دہلوی سکہ ءرائج الوقت کی حیثیت رکھتے تھے پشاور میں مولانا نجم الحسن کراروی تصنیف وتقریر کی زلفیں سنوار رہے تھے ملتان میں آفتاب پاکستان حافظ ذوالفقار علی شاہ کی علمی تجلیاں خیمہ زن، راولپنڈی میں ثقۃ الاسلام علامہ محمد بشیر انصاری کے استدلال کا جادو سرچڑھ کر بول رہا تھا فیصل آباد میں مبلغ اعظم مولانا محمد اسماعیل صاحب دیوبندی، مذہب آل محمدؑ کی وکالت کے فرائض انجام دے رہے تھے لاہور کی تو خیر بات ہی کچھ اور تھی خطیب آل محمدؑ اظہر حسن

زیدی کی چہکتی، میٹھی مستانی گفتگو پل کے پل میں من موہ لیتی۔ رئیس الفاظ حافظ کفایت حسین فلسفہ و منطق کے گیسو سلجھارہے تھے علامہ مفتی جعفر حسین مسند اجتہاد پر فائز عربی ادب پر مکمل دسترس رکھنے کی وجہ سے نہج البلاغہ اور صحیفہ کاملہ جیسی قیمتی تصانیف کا ترجمہ اور تاریخ کے بحر زخّار کے شناور بنے ہوئے تھے۔ علامہ مرزا یوسف حسین لکھنو کی تہذیب اور ثقافت کے آئینے میں فضائل و مصائب کے خدوخال نکھارنے میں محو، مولانا آغا ضمیر الحسن نجفی خطابات امیر المومنینؑ حفظ کر کے دبنگ انداز سے محافل کو مسخر کرنے کے فن کی پرورش میں مگن، کہیں ابن حسن جارچوی زمزمہ خواں تو کہیں ابن حسن نونہروی کی بازگشت سحر طراز، مختصر یہ کہ صاحبانِ علم و حکمت کی ایک کہکشاں تھی جو زمین پر اُتر آئی تھی پھر ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے اس کارواں کو نظر لگ گئی۔ کراچی جب علامہ رشید ترابی کی موت سے ویران ہوا تو علامہ عقیل ترابی اور علامہ طالب جوہری آگے آئے۔

1972ء سے 1975ء کے دوران کراچی میں **ایبی سینیا لائنز** کے ایک درمیانے سے مکان میں رہنے والا ایک دبلا پتلا مگر دلکش خدوخال رکھنے والا ایک نوجوان اپنی گلیوں سے نکلا اور منبر کی بلندی کو اپنا آبائی حق سمجھتے ہوئے اس پر آبیٹھا۔ ابھی منبر اس کے علمی قدو قامت سے بڑا تھا مگر اس دبلے پتلے دلکش نوجوان کی آواز میں علمی وجاہت، چہرے پر خاندانی نسب کی **جلالت**، آنکھوں میں مستقبل کی تہیں چھیلنے والی چمک کچھ اور کہہ رہی تھی۔ وہ نوجوان منبر پر جم کر بیٹھا! مگر تقریر کرتے ہوئے اس کے جسم کی سیمابیت اس کے قلبی اضطراب کا سراغ دے رہی تھی! ایسا لگتا تھا جیسے وہ سامعین سے کہہ رہا ہو "کیا ہوا"؟ منبر کے خلاء سے اتنے پریشان کیوں ہو؟ آؤ ہمارے ساتھ آؤ! ہم تمہیں وہاں تک لے جائیں گے جہاں خطابت کے جزیروں کی ہریالی ذہنوں کو تازگی اور عقائد کو شادابی عطا کرتی ہے۔ ہم خطابت کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں، یہ دیکھو ہمارے دائیں ہاتھ میں ہمارے محفوظ ترین

اور روشن ترین مستقبل کا اشاریہ ہے اور ہم اپنے علمی مقام کی اساس رکھنے کو خود ہی ادھر چلے آئے ہیں۔ یہ اکھرے بدن، روشن آنکھوں، سیمابی طبیعت اور عقابی مزاج رکھنے والا نوجوان مصور جذبات و محسوساتِ ملت جعفریہ، امینِ روحِ انقلاب، نقیبِ عظمتِ ابو طالبؑ علامہ سید عرفان حیدر عابدی تھا۔

علامہ عرفان حیدر عابدی سے ہماری پہلی ملاقات ''الحسین'' مظفر آباد (ملتان) کی ایک مجلس میں ہوئی وہ غالباً پہلی بار ملتان آئے تھے۔ ولادتِ مرتضویؑ کے سلسلے میں جلسہ اور مجالسؑ تھیں ہمیں ایک دوسرے کے بعد مجلس سے خطاب کرنا تھا۔ غالباً اٹھارہ سال پہلے کی بات ہے منبر پر نقیب مجلس نے تعارف کرایا کہ اب علامہ عرفان حیدر عابدی جو کراچی سے تشریف لائے ہیں فضائل و مصائبِ محمدؐ و آل محمدؐ بیان فرمائیں گے۔ ہم نے پہلی بار نام سنا تھا چونک کر اشتیاق سے دیکھا ہمارے سامنے کرسی پر ایک نوجوان تشریف فرما تھا سر پر دکنی اسٹائل سیاہ ٹوپی جو تصویروں میں ہم نے نواب بہادر یار جنگ کے سر پر دیکھی تھی اور منبر پر علامہ رشید ترابی کو جچتی تھی۔ چوڑی پیشانی جس پر مقدر کی صبح صادق طلوع ہو رہی تھی سیدھے ابرو جن کا خم ہلال عید کی طرح کم کم نمایاں' مناسب آنکھیں' سیدھی ناک خلوص کی راہگزار پر منزل کی طرف جاتی ہوئی لکیر کی طرح' قوس دار اور نوکیلے ہونٹ جن پر پان کی سرخی نے شفق کا رنگ چھڑک دیا تھا گول چہرہ بھیگتی ہوئی شیروانی کے نیچے پینٹ کٹ پاجامہ، یہ تھے علامہ عرفان حیدر عابدی! ہم اٹھارہ سال پہلے کی بات کر رہے ہیں اس نوجوان علامہ نے جب تقریر کا آغاز کیا تو مجمع لوٹتا چلا گیا وہ بے پناہ جوشیلی تقریر کر رہا تھا موضوع حضرت ابو طالبؑ تھا سامعین موضوع کی ندرت، انداز بیان کی جدت اور ادائیگی کی تنوع میں کھو گئے ایک گھنٹہ تک مجمع زلزلے کی زد میں رہا۔

مجلس سے فارغ ہوئے ہمیں اپنے شہر ڈیرہ غازی خان جانا تھا ہم نے علامہ صاحب کو اپنے ہاں دعوت دے ڈالی۔ علامہ صاحب نے قبول کر لی ہم شام گئے ڈی جی خان

روانہ ہوئے راستے میں ایک دوسرے سے مزید تعارف ہوا۔ تو ہم پر کھلا کہ علامہ صاحب کو انیس، جوش، استاد قمر جلالوی، نسیم امروہوی اور بہت سے شعراء کا کلام نہ صرف یہ کہ یاد ہے بلکہ انہیں شعر پڑھنے کا سلیقہ ایسا آتا ہے کہ سننے والے دنگ رہ جائیں۔ ملتان سے ڈی جی خان کا سفر علامہ صاحب کی معیت میں ایسا خوبصورت سفر تھا کہ آج تک اس سفر کا سارا مزاج حافظے میں محفوظ ہے بس وہ دن اور آج کا دن علامہ عرفان حیدر عابدی اور ہم ایک دوسرے کے ہو کر رہ گئے۔

یہ اٹھارہ سال پہلے کی بات ہے ہماری دوستی سونا تھی مگر اس پر سہاگہ کا کام اس احتجاجی تحریک نے کیا جو صدر ضیاء الحق کے دور میں زکواۃ کے سلسلے میں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے زیر اہتمام قائد ملت جعفریہ علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم نے چلائی تھی کہنے کو تو یہ دو دن کی تحریک تھی مگر نظم وضبط اتحاد واتفاق اور جذبہ ملی کا جو روح پرور نظارہ ان دو دنوں میں دیکھا پھر آج تک نصیب نہیں ہوا۔ شیعان حیدر کرار نے ضیاء الحق کے حکم پر بنکوں میں جمع شدہ سرمائے میں زکواۃ کی کٹوتی کے خلاف احتجاج کیا اور مفتی صاحب مرحوم نے اس احتجاج کی قیادت کی، اسلام آباد میں احتجاجی جلسہ ہوا ادھر علمائے کرام دوسرے دن صبح کو جلوس لے کر وزارت مذہبی امور کے مرکزی سیکریٹریٹ گئے شام تک علماء کا قافلہ واپس آیا اور پھر یہ جلوس ہمارے اور علامہ عرفان حیدر عابدی کے کہنے پر سیکریٹریٹ روانہ ہوا۔ علامہ مفتی جعفر حسین قبلہ نے قیادت کی ہم دونوں باقی جلوس کو لے کر چلے۔ راستے میں آنسو گیس کی شیلنگ سے سینے میں دھواں بھر گیا ان دو راتوں میں جو ہم نے سیکریٹریٹ اسلام آباد پر قبضہ کر کے سامنے کی سڑک پر گزار دیں۔ قوم کے جذبہ میں قومی کارکن بن کر ملی جذبہ اور قومی حمیت کا مظاہرہ کیا ہم دونوں بھائی دو راتیں اور دو دن مسلسل جاگتے رہے قوم کو متفق اور متحد رکھنے کے لئے باربار تقریر' نعرہ بازی' زندہ باد مردہ باد' جاگنا جگانا علماء کی قیادت سے ہدایات لینا قوم کو ان ہدایات کے مطابق سرگرم رکھنا ادھر جذبہ کی نبض ذرا سی دھیمی پڑی،

اُدھر علامہ صاحب اور ہم میدان میں کود پڑے۔ پھر قوم کو تازہ دم کر کے دم لیا اسلام آباد میں تحریک کے دوران کام کرنے سے علامہ صاحب کو سوچنے، سمجھنے، جانچنے اور پرکھنے کا موقع نصیب ہوا۔ تب ہم پر کھلا کہ علامہ صاحب نرے علامہ نہیں ہیں کہ استخارہ کے بغیر ڈاک تک وصول کرنے سے احتراز کریں، بلکہ ان کا مزاج انقلابی، طبیعت سیمابی، کیفیت اضطرابی اور افتاد بو ترابی ہے۔ اسلام آباد سے واپسی پر کراچی میں انکا شایانِ شان استقبال ہوا۔ اور کچھ دنوں بعد جب ہم کراچی گئے علامہ عرفان عابدی پوری قوم کے ہیرو بن چکے تھے

علامہ نے محلہ لقمان خیر پورہ (میرٹھ) میں پاکستان بننے کے دو سال بعد جنم لیا ان کے والد کا نام سید امیر عباس عابدی تھا۔ سید قیصر عباس علامہ صاحب کے تایا ابا اور سسر تھے علامہ صاحب کی شخصیت کو نکھارنے میں تایا ابا سر فہرست ہیں۔

علامہ عرفان حیدر عابدی ایسے خطیب ہیں جن کے انداز خطابت نے علامہ رشید ترابی سے لے کر کسی بھی بڑے سے بڑے یا چھوٹے سے چھوٹے خطیب سے نہ تو لفظوں کی دھمک مستعار لی نہ اشارے کنائے چرائے نہ لباس کی نقل اتاری بلکہ اپنی خطابت کا راستہ خود تراشا اپنی تقریر کے لئے موضوعات کا انتخاب خود کیا۔ اور ہر موضوع پر بے تکان بولنے کا ہنر بھی ان کی ذاتی محنت، مشقت اور بے پناہ ریاضت کا ثمر ہے۔

علامہ عرفان حیدر عابدی کی خطابت کا انداز منفرد ہے پہلے دن سے آج تک ان کی خطابت رنگا رنگ تجربوں سے مزین ہے۔ سامعین کا ہجوم ان کی خطابت پر یا لب و لہجہ پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ بلکہ سامعین کی تعداد جس انداز سے بڑھتی جاتی ہے علامہ عرفان حیدر عابدی کا اعتماد اسی انداز سے بڑھتا جاتا ہے ایک ہی موضوع پر ایک ہی بات کو سو سو طریقوں سے کہنے کا جو ہنر علامہ عرفان عابدی کے پاس ہے وہ اور کسی خطیب کے پاس اس وقت نہیں

آپ کا سرزمینِ ہندوستان کے دو مشہور شہروں جانسٹھ مظفر نگر اور سعید الملک ہال لکھنؤ میں چار اور ساڑھے چار گھنٹے کی یادگار اور تاریخی تقاریر تاریخِ خطابت میں ایک ریکارڈ ہے

دوسرا امتیاز پاکستان ٹیلی وژن سے مجلسِ شامِ غریباں پڑھنے کی سعادت ہے کیونکہ قومی پروگرام پر ٹیلی کاسٹ ہونے والی مجلس شامِ غریباں سے خطاب کرنا ہر خطیب کے بس کی بات نہیں ۔ ہماری دعا ہے نطق ولب کا خالق علامہ عرفان حیدر عابدی کی تخلیقی صلاحیتوں میں اضافہ کرے اور خطیب منبر سلونی کا یہ دریوزہ گر اسی طرح لفظ و معنی کے آبگینوں میں **صہبائے** مودّت لُٹاتا رہے۔

علامہ عرفان حیدر عابدی نے بہت جلدی کی جانے میں، خطیب کو اپنی مرضی پر قوم چلائے گی تو وہ تھک جائے گا۔ قوم نے علامہ کو تھکا دیا۔ دیکھا آپ نے وہ اتنے تھکے ہوئے تھے کہ امام بارگاہ ہی میں لیٹ کر سو گئے۔۔۔۔۔۔اب تک گھر نہیں پہنچے۔۔۔! وہ اکیلے نہیں گئے گھر پر انتظار کرنیوالی کو بھی وہ ساتھ لے گئے۔ پھر وہ واپس کیوں آئیں؟ اور امام بارگاہ سے واپسی جب ہوتی ہے جب مجلس ختم ہو جائے۔ عرفان حیدر واپس کیسے آئیں ؟ ابھی مجلس ہو رہی ہے مجلس ختم ہو گی جب ہی تو وہ آئیں۔۔۔۔۔!!

علامہ سید ضمیر اختر نقوی

کتنی اُداس شام کے صحرا میں تیرے لفظ
جلتے ہوئے خیام کی تصویر بن گئے
کتنے خیال تیرے تکلم میں بھیگ کر
تاریخ کے نصیب کی تحریر بن گئے

اللہ رے تیرے حُسنِ خطابت کی دلکشی
جیسے مزاجِ حق کا تلاطم ہو موج میں
جیسے غرورِ لشکرِ باطل کے سامنے
تو خود رجز بہ لب ہو بہتّر کی فوج میں

اے ذاکرِ حسینؑ، خطیبِ سخن شناس
اے عصرِ بے نواء میں حُدی خوانِ کربلا
ہم بے زباں سے لوگ تجھے نذر کیا کریں
بس یہ کہ تجھ سے خوش ہوں شہیدانِ کربلا

عرفانؔ، جانِ محسنؔ، و جعفرؔ، متاعِ قوم
تجھ کو ملا ہے فیض، سِناں کے خطیب سے
یوں ذکرِ کربلا تیرے لب پر ہے جس طرح
دیکھی ہے تو نے شامِ غریباں قریب سے

سید محسن نقوی شہید

علامہ عرفان حیدر عابدی کا منظوم نذرانہ عقیدت

عقیدت

ہمارا عشق ٹھہرا معتبر آہستہ آہستہ
گئے ہم بھی خدا کے گھر مگر آہستہ آہستہ

نہ جانے کیوں مجھے بنتِ اسد یاد آگئیں اُس دم
کُھلا تھا جس گھڑی کعبے کا در آہستہ آہستہ

ابھی ان نجدیوں کی عقل کو بالغ تو ہونے دو
نبیؐ کی شان سمجھیں گے مگر آہستہ آہستہ

مقدر کی وہی معراج تھی جب ان کی چوکھٹ پر
ادب سے جھک گئی میری نظر آہستہ آہستہ

خیال آیا کہ ان گلیوں میں تو حسنینؑ کھیلے ہیں
چُنی پلکوں سے خاکِ رہ گزر آہستہ آہستہ

ترے عرفانؔ نے مولاؑ بنایا اپنی قسمت کو
ترے روضے کی جالی چوم کر آہستہ آہستہ

*

منقبت

سفر زیارات

جب اُن کی چشمِ کرامات ہو گئی پیارے
نگاہ وقفِ زیارات ہو گئی پیارے
عجب یہ کسبِ کرامات ہو گئی پیارے
زباں نہ کھولی مگر بات ہو گئی پیارے
درِ حرم کا تھا کُھلنا نصیب کا کُھلنا
مرے لئے تو بڑی بات ہو گئی پیارے
درونِ خانۂ حق مجھ کو یوں ہوا محسوس
گُماں کو آکے یہاں مات ہو گئی پیارے
لبوں سے روضۂ اقدس کی جالیاں چومیں
بدن پہ نور کی برسات ہو گئی پیارے
مرے لئے شبِ معراج کے برابر تھی
بسر مدینے میں جو رات ہو گئی پیارے
نبیؐ نبیؐ کے تھے نعرے زمینِ جدہ پر
منافقت کو بڑی مات ہو گئی پیارے
درِ نبیؐ سے جو قبرِ بتولؑ پر پہنچا
تو مغفرت بھی مرے ساتھ ہو گئی پیارے
ہے میرا جسم یہاں دل وہیں پہ چھوڑ آیا
عجیب صورتِ حالات ہو گئی پیارے
نصیب دیکھیے عرفاںؔ نبیؐ کے روضے پر
قبول میری مُناجات ہو گئی پیارے

نوحہ

چاند رات

ہر سال جب بھی آئے محرم کی چاند رات
پیغامِ غم سنائے محرم کی چاند رات
دیکھو صدائے گریۂ زہراؑ ہوئی بلند
اک حشر سا اُٹھائے محرم کی چاند رات
کوثر اُداس اُداس ہے پیاسوں کی یاد میں
ہر آنکھ کو رُلائے محرم کی چاند رات
اس چاند میں اُجڑ گئی کھیتی بتولؑ کی
سجادؑ کو رُلائے محرم کی چاند رات
اُٹھو یہی حسینؑ کی نصرت کا وقت ہے
لوگو! تمہیں جگائے محرم کی چاند رات
عباسؑ نامور کے لہُو سے دُھلے ہوئے
شہہؑ کے عَلَم سجائے محرم کی چاند رات

مومن ہے کون کون مُنافق ہے کون کون
ہر دل کو آزمائے محرم کی چاند رات
کرب وبلا میں دیکھا ہے زینبؑ نے چاند کو
اب دیکھیں کیا دکھائے محرم کی چاند رات
یا رب غمِ حسینؑ سے فرصت نہ ہو کبھی
اے کاش روز آئے محرم کی چاند رات
اُس وقت دل پہ رنج کی چلتی ہیں برچھیاں
جس وقت یاد آئے محرم کی چاند رات
اس شب کا اختتام غریبوں کی شام ہے
عرفانؔ ہائے ہائے محرم کی چاند رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخِ اسلام، تاریخِ مسلمان

هُوَالَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ وَلَوۡکَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ

(۹.۳۳)

اس جلس میں آپ حضرات کی علمی تشنگی کو دور کرنے کیلئے بابِ علم سے مانگی ہوئی کچھ بھیک تقسیم کی جائے گی اور ظاہر ہے کہ رزق علوم اہلبیتؑ اگر ان مجالس کے ذریعے تقسیم نہ ہو تو انسانیت ابو جہل ہو جائے۔ جس قدر علم ان مجالس میں تقسیم کیا جاتا ہے انسانیت کے ذہنوں کو روشنی دینے کیلئے سال بھر میں مسلمان مل کر بھی خانہ کعبہ کی دیوار کے نیچے بھی اتنا علم حاصل نہیں کر سکتے (نعرہ حیدری) کعبہ سے عبادت کا رُخ تو ملتا ہے علم کا قبلہ نہیں ملتا۔ کعبہ کسی کو علم نہیں دیتا۔ روحِ عبادت دیتا ہے اور روح عبادت بھی یقینی نہیں۔

ہزار سجدے زمینِ حرم پہ ہوں لیکن
حصولِ روحِ عبادت نہیں تو کچھ بھی نہیں
بتا دیا ہے نبیؐ کے طویل سجدے نے
حسینؑ تیری محبت نہیں تو کچھ بھی نہیں

اختلاف جب بھی ہوگا علمی غربت کی وجہ سے ہوگا لیکن جہاں علم کے سر چشمے سال کے بارہ مہینے کبھی خشک نہ ہونے کی قسم کھا رہے ہوں کہ ہے کوئی جو علم کی تشنگی مٹائے (نعرے، درود) بے شک عبادت سب سے افضل! یقیناً جن و انس کو عبادت کرنے کیلئے پیدا کیا گیا۔ لیکن عبادت کرنے والا اگر جہل کی تاریکیوں میں گُم ہو کر سجدے کر رہا ہے تو

ایسے سجدے تو ابلیس نے بھی کیئے تھے؟ سجدہ وہ ہے جو یقین کے ساتھ ہو' معرفت کے ساتھ ہو' سجدہ وہ ہے جس میں شک نہ آئے اور شک وہاں نہیں آئیگا، جہاں علم ہو گا۔ جہاں علم ہو گا؟ وہاں یقین ہو گا۔ جہاں یقین ہو گا وہاں معرفت ہو گی جہاں معرفت ہو گی وہاں انسان صرف مسلمان رہنے پر اکتفا نہیں کریگا۔ سلمانؓ کی منزلیں تلاش کریگا۔ اور کیا ہے سلمانؓ کی منزل؟ سلمانؓ نہ انصار میں سے ہے نہ مہاجرین میں سے بلکہ سلمانؓ میرے اہلبیتؑ میں سے ہے۔ **(قولِ پیغمبرؐ)**

ایک صحابی نے پوچھا سلمانؓ تمہاری اتنی ضعیف العمری ہے ساری عمر ہو گئی ہے تمہیں خدمت خاندان رسالت کرتے ہوئے۔ اپنے لئے کم از کم ایک جھونپڑا تو بنوا لیتے۔ دوستو سلمانؓ بے ساختہ بتولؑ کی دہلیز کو بوسہ دے کر کہتے ہیں کہ مجھے کیا ضرورت ہے گھر بنانے کی۔ گھر بنوایا جاتا ہے آرام کیلیئے۔ آرام وہ کرتا ہے جس کے پاس وقت ہو۔ میرے پاس کوئی وقت نہیں۔ میرا دن گزر جاتا ہے محمدؐ اور علیؑ کے چہرے کی زیارت کرتے ہوئے' رات گزر جاتی ہے بتولؑ کی دہلیز پر جھاڑو دیتے ہوئے (نعرہ حیدری) مولا سلامت رکھے یا علیؑ مدد کہنے والوں کو۔

اور یہ بات بھی یاد رکھیں کہ قرآن مجید انسان سے مسلمان ہونے کا مطالبہ نہیں کرتا، جہاں مطالبہ کیا مومن ہونے کا مطالبہ کیا۔ "یَاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّکُمْ" (النساء نمبر ۱۷۰) کیونکہ مسلمان ہونا کوئی منزل نہیں ہے کفر کے بعد پہلی ارتقائی سیڑھی کا نام ہے مسلمان۔۔۔۔۔! اور ظاہر ہے کہ اگر انسان ساری زندگی پہلی سیڑھی پر کھڑا رہے تو وہ جو بہکانے کا عہد کر کے اللہ سے چلا ہے وہ ایک دھکا دے گا تو مسلمان پھر کُفر کی طرف چلا جائیگا۔ اس لئے ایمان کے اتنے زینے تو طے کر لو کہ شیطان کے دھکے کے باوجود بھی گرتے گرتے مسلمان تو مرو۔۔۔ (نعرے) اور جو بھی ایمان لایا۔۔۔۔۔۔ تو نہ کوئی انہیں خوف ہو گا نہ حزن ہو گا۔ (نہ مجمع میں نہ تنہائی

میں) کیونکہ اللہ کی واحدانیت کا اقرار کرنے والا یہ بھی کہتا ہے کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ہم تو ہیں ہی اللہ کیلئے اور ہماری واپسی بھی اللہ کی طرف ہے تو جسے یقین ہو کہ میں تو رہا ہی اللہ کیلئے ہوں تو وہ موت سے ڈرے گا نہیں۔

ملت اسلامیہ کے مفسرینِ قرآن نے جن میں حضرت جلال الدین سیوطیؒ بھی شامل ہیں جو معتبر ترین مفسر ہیں انہوں نے "اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ" کی آیت کے بارے میں مکمل طور پر متفق ہو کر اسناد کے ساتھ تحریر کیا کہ یہ آیت جنگ احد کے موقع پر نازل ہوئی۔ اور اس کے بعد تفسیر میں لکھتے ہیں یہ جملہ کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی کہ جب حضرت امیر حمزہؓ کی شہادت کی خبر مولا علیؑ کو ملی تو اپنی زبان پر بے ساختہ یہ جملہ جاری کیا۔ "اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ" مفسر کہتے ہیں کہ اِدھر علیؑ نے یہ جملہ کہا اور اُدھر پوری آیت قصیدہ بن کر نازل ہوئی اب زمانہ سمجھے کہ علیؑ کسے کہتے ہیں ؟ اور اُمّتی کسے کہتے ہیں ؟ اُمّتی اسے کہتے ہیں جو قرآن نازل ہونے کے بعد آیت کی تلاوت کرے۔ علیؑ اسے کہتے ہیں کہ جس کی زبان پر جو آئے وہی قرآن میں داخل ہو جائے۔ (نعرہ حیدری)

یاد رکھیئے کہ جہاں علم ہو گا وہاں تشدد نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ علم کو اپنے آپ پر ناز ہوتا ہے تشدد ہمیشہ جہل کی طرف سے آیا۔ اس لئے کہ جب علم کا جواب علم سے نہ لا سکے تو تشدد پر اُتر آئے۔ ابو جہل کا پتھر مارنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جاہل ہے ! (داد و تحسین)

تاریخِ اسلام اور ہے ، تاریخِ مسلمان اور ہے ، ہماری تاریخ اسلام کی تاریخ ہے مسلمان کی تاریخ نہیں ، ہماری تاریخ نور کی تاریخ ہے تاریکی کی تاریخ نہیں ' تاریخ مسلمان میں 27 رجب 40 عام الفیل کو محمد مصطفیٰؐ نبی بنتے ہیں اور تاریخ اسلام میں " کنت نبیا وادم بین الماء والطین " میں تو اس وقت بھی نبی تھا جب مسلمان مورخوں کے جدِ امجد آدمؑ بھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔

قرآن کہہ رہا ہے کہ "اِنِّیۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ طِیۡنٍ" (۳۸۔۷۱) میں مٹی سے

بشر بنانے والا ہوں۔ یعنی قرآن نے قانون دے دیا کہ جو مٹی سے بنے گا وہ بشر ہو گا۔ اے عالم اسلام کے تاریخ نویسو۔۔۔۔۔۔۔ مجھے تاریخ مسلمان سے گلہ یہی ہے کہ آپ نے تاریخ اسلام کو جن خطوط پر استوار کیا ہے اس کے ہر صفحے پر ہر باب میں توہین رسالت ہو رہی ہے پورے قرآن مجید میں جہاں آدمؑ کو ۷ امقامات پر بشر کہا گیا اور مٹی سے بنا ہوا بھی کہا گیا۔ اس آدمؑ کو تو کوئی بیٹا اپنے جیسا بشر نہیں کہتا اور جس محمد مصطفیٰؐ کو پورے قرآن میں ستر مقامات پر کہا گیا۔ حبیبؐ تجھے میں نے نور سے بنایا اسے دو رکعت کا مولوی اپنے جیسا بشر کہہ کے اپنے کالے نسب نامے پہ مُہر لگا رہا ہے۔ آج تک اس آدمؑ کیلئے تاریخ کے کسی موڑ پر بھی کسی مفتی کا اعتراض نہیں آیا کہ آدمؑ کو فرشتوں نے سجدہ کیوں کیا؟ آدمؑ کو فرشتے بھی سجدہ کر لیں تو فرشتوں کے پر نہیں جلتے۔ میں روضۂ رسولؐ پر جا کر جالی چوم کے یا رسول اللہؐ کہوں سلام کروں، تو کافر ہو جاؤں (یا علیؑ یا علیؑ یا علیؑ)

رسالت کے یوں تو سینکڑوں معجزات ہیں لیکن ایک معجزے کو میرے مولا علیؑ نے خود اپنے خطبے میں بیان کیا ہے کافروں نے آ کر سوال کیا کہ آپ کی نبوت کی دلیل کیا ہے؟ پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں کیا دلیل چاہتے ہو کہا ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ یہ سامنے والا درخت اکھڑ کر آئے اور آپ کو سلام کرے تو تب ہم تسلیم کریں گے کہ آپ نبی ہیں پیغمبر اکرمؐ نے درخت کی طرف دیکھ کر فرمایا اس درخت کیلئے چاہتے ہو! اس درخت کیلئے کہ یہ آئے اور مجھے سلام کرے درخت کو ابھی حکم نہیں دیا اس درخت کیلئے کہا تھا، درخت اپنی جڑوں سمیت اکھڑا اور میرے رسولؐ کی خدمت میں جھک کر سلام کیا۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ارے ہم تو مثال دے رہے تھے جا اپنی جگہ پہ واپس چلا جا۔ سلام کر کے واپس چلا گیا۔ اسی معجزے پر فیصلہ دے رہا ہوں کہ میرا رسولؐ تو وہ ہے جسے جمادات بھی سلام کریں نباتات بھی سلام کریں۔ حیوانات بھی اور جو یا رسول اللہؐ کہنے اور صلوٰۃ و سلام پڑھنے پر بدعت کے فتوے لگا رہے ہیں وہ مسلمان کو کافر نہیں کہہ رہے نبوت کے معجزے کا انکار کر رہے ہیں۔ (یا علیؑ یا علیؑ یا

(نعرہ حیدری) علیؑ)

ایک طرف تو اکیسویں صدی عیسوی میں داخل ہونے کی بات ہو رہی ہے اور دوسری طرف پہلی صدی ہجری کا قبلہ تاریخ مسلمان بھی درست نہیں ہے مسلمان ابھی تک قبل ہجرت کے زمانے میں سفر کر رہا ہے۔ ٹھیک ہے تاریخ اسلام نہیں لکھ سکتے تو لکھی جانے والی تاریخ کا ترجمہ کرا کے اپنی آنے والی نسلوں کے حوالے کر دو۔ کوئی تو قابل فخر سرمایہ ہو آنے والی نسلوں کے سامنے جس پر وہ اقوامِ عالم سے شرمندہ نہ ہو سکیں۔

تاریخ مسلمان کب لکھی جائیگی؟ جب کوئی پہلا مسلمان ہو گا۔ مسلمان کب ہو گا کوئی؟ جب رسولؐ رسول بنے گا؟ اور آپ کے محققوں اور محدثوں کی تاریخیں تو ۴۰ عام الفیل کے بعد کافی بعد میں ہیں۔ ذرا فاصلے کا فیصلہ آپ کر لیں کہ امام اعظم کب آئے، ۸۰ھ میں امام مالک کب آ رہے ہیں، ۹۰ھ میں۔ امام شافعی ۱۵۰ھ میں اور امام احمد بن حنبل ۱۷۵ھ میں اور جو بہت بڑے محدث ہیں حضرت اسماعیل بخاری وہ آ رہے ہیں دو سو برس بعد ۱۹۴ھ **اب آپ** خود اندازہ لگالیں کہ ڈیڑھ سو برس تک کتنی نسلیں گزر جاتی ہیں نہ رسولؐ نے انہیں دیکھا نہ انہوں نے رسولؐ کو دیکھا نہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، نہ **قعود** کرتے ہوئے دیکھا، نہ کوئی بزم میں ہے نہ رزم میں ہے۔ سارا آغاز ہجری میں، پوچھنا صرف یہ چاہتا ہوں کہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد اسی، نوے برس بعد آنے والے تاریخ لکھیں گے تو وہ تاریخ روایتوں سے سنی سنائی باتوں پر مبنی ہو گی اور میں علم کی خیرات اس علیؑ سے لے رہا ہوں جس نے دنیا میں پہلی بار آنکھ کھولی تو رسولؐ کی آغوش تھی اور رسولؐ کی آنکھ بند ہوئی تو علیؑ کی آغوش تھی (یا علیؑ، یا علیؑ، یا علیؑ)

پہلی وحی کے بعد ہی تو سب مسلمان ہوئے، اب پہلی وحی کے بعد کوئی مسلمان ہو گا تو تاریخ لکھے گا؟ پہلی وحی آئی غارِ حرا میں جہاں رسولؐ اکیلے عبادت کیلئے جایا کرتے تھے وحی آئی بھی اکیلے میں، فرشتہ آیا بھی تنہائی میں، اب تک کوئی مسلمان بھی نہیں ہوا، یہ سارے واقعات جو پہلی وحی کیلئے بیان کرتے ہیں یوں فرشتہ آیا، یوں آپریشن کیا، نعوذ باللہ یوں

غلاظت نکالی گئی' یوں دبایا' یوں پسینہ آیا' کون دیکھ رہا تھا؟ اس سارے منظر نامے کی عکس بندی کس نے کی؟ اٹھاؤ نہج البلاغہ اور پڑھو علیؑ کا خطبہ۔۔۔۔۔۔۔!

میرے مولا فرماتے ہیں کہ ایسے دن بھی آئے کہ رسولؐ غار حرا میں جایا کرتے تھے اور انکا دوسرا میں ہوتا تھا۔ تو غار حرا کی ہر کیفیت کا گواہ میرا مولا علیؑ ہے مسلمان مورخ نہیں۔۔۔۔۔۔! پہلی وحی کے بعد ضعف بدن محسوس کیا۔ لیکن سارے تاریخ کے مورخوں کو عرفان حیدر عابدی اعلان کر کے یہ جملہ کہہ رہا ہے کہ بتولؑ کی چادر اوڑھنے کے بعد کبھی رسولؐ نے ضعف بدن کا گلہ کیا ہو۔ آدمؑ سے لیکر عیسیٰؑ تک کی ضعیفی کو جو قوت میں تبدیل کرے اسے محمدؐ کہتے ہیں اور جو ضعف بدن رسولؐ کو قوت عطا کرے اسے چادرِ بتولؑ کہتے ہیں۔ (پر جوش نعرے)

کسی بھی دور میں اگر کسی کو میری سیرت دیکھنا ہو تو سیرت نگاروں سے نہ پوچھنا میرے کسی محمد کو دیکھ لینا۔۔۔۔۔۔۔! بقول سید محسن نقویؔ

خالق نے اس طرح سے اتارے ہیں محمدؐ
ہر دور میں ہر شخص کو پیارے ہیں محمدؐ
اکثر درِ زہراؑ پہ یہ جبرئیلؑ نے سوچا
پیغام کسے دوں یہ تو سارے ہیں محمدؐ

پوری تاریخ میں کوئی باپ ایسا نہیں گزرا جو اپنی زندگی میں اپنی بارہ نسلوں کے کردار کی ضمانت دے جائے! یہ نہیں کہ میرا ہر بیٹا شریف ہوگا۔ غازی ہوگا۔ پرہیزگار ہوگا۔ نہیں محمدؐ' پڑھ دوں قرآن کی آیت قرآن نے کہا" وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ "۔ (نعرے)

یہ محمدؐ ہے ہی نہیں، رسول ہے، یعنی دنیا کو بتادیا کہ میرا ہر بچہ منصب کے لحاظ سے اتنا بلند ہوگا جتنی رسالت بلند ہوتی ہے تو رسولؐ کا ہر بیٹا رسالت کے برابر آپ ان سے خلافت کی تمنا کر رہے ہیں؟ اس لئے تنہا محمدؐ پہ درود نہیں ہے۔" اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ

آلِ محمدؐ" میرے پیغمبرؐ کو اپنے جیسا سمجھنے والو میرے پیغمبرؐ کا مقابلہ تو نوحؑ جیسے نبی سے بھی نہیں کیا جاسکتا۔ یہ نوحؑ کی حیثیت ہے کہ ایک بیٹے کی ضمانت نہیں دے سکتے اور میرا محمدؐ اپنی بارہ نسلوں کی ضمانت دے رہا ہے (پرجوش نعرے)

تاریخ مسلمان لکھنے والے فتح مکہ کو اس طرح درج کرتے ہیں کہ صاحب سب کو معاف کر دیا، سب کو معاف کر دیا۔ اور یہاں تک کہہ دیا کہ جو ابو سفیان کے گھر پناہ لے لے اسے بھی امان ہے، یہ ابو سفیان کی فضیلت نہیں ہے میرے رسولؐ کی بصیرت ہے کہ آج کسی پر تلوار نہیں چلے گی۔ جو کلیجہ چبانے والے بد ترین دشمن کے گھر میں بھی ہو گا وہ بھی بچے گا۔۔۔۔۔! (یا علیؑ، یا علیؑ، یا علیؑ)

پیغمبر اکرمؐ نے اقربین کی آیت " وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (آیت نمبر 214 سورہ الشعراء) کے نزول کے بعد دعوت ذوالعشیرہ میں علیؑ کے لئے کوئی اہم ترین اعلان نہیں کیا تھا تو ابو لہب کا یہ جملہ آج بھی تاریخ مسلمان میں موجود ہے کہ لو ابو طالبؑ اب تک تو بھتیجے کی اطاعت کرتے تھے اب بیٹے کی بھی اطاعت کرو۔ ابو لہب کا جملہ یہ بتاتا ہے کہ اسی دعوت میں رسولؐ، علیؑ کے لئے ایسے منصب کا اعلان کر چکے تھے کہ جہاں ایک باپ پر اپنے بارہ سالہ بیٹے کی اطاعت واجب ہوتی ہے ارے اپنی فکر کو فکرِ ابو لہب کے برابر تو لاؤ۔ ابو لہب سمجھتا ہے کہ ولایت علیؑ کے معنی کیا ہیں کہ جہاں علیؑ کے باپ پر بھی علیؑ کی اطاعت واجب ہے تو جہاں علیؑ کے ابو طالبؑ جیسے باپ پر بھی علیؑ کی اطاعت واجب ہے وہاں کون ہے جو علیؑ ولی اللہ کا انکار کرے۔ (یا علیؑ، یا علیؑ، یا علیؑ)

آدمی بیٹا ہے آدمؑ کا۔ آدمؑ بنا ہے تُراب سے، تُراب کا باپ ابو تُرابؑ، آدمؑ کے نالائق بیٹو تمہارے باپ آدمؑ کو بھی علیؑ سے بیعت لینے کا حق نہیں ہے احسان فراموشی کی بھی انتہا ہو گئی ہلاکت سے بچا لینے کو بیعت کہتے ہو؟ (پرجوش نعروں کی صدائیں)

ایک مرتبہ لہو آلود ہوئی ہے پیشانی رسولؐ کی، ابو طالبؑ نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھ

کر کہا علیؑ آج کے بعد نہیں۔۔۔۔ سارے زخم تیرے سینے پر آنے چاہیں۔ یہ ہے تاریخ اسلام کہ محمدؐ کے حصے کا ہر زخم علیؑ کے سینے پر آئے۔ یہ ہے تاریخ مسلمان کہ محمدؐ کا دانت شہید ہو جائے اور مسلمان میدان میں نظر نہ آئیں۔ اب جو پیغمبرؐ نکل رہے ہیں مکے کی گلیوں میں، تو کافروں کی جھولیوں میں اسی طرح پتھر ہیں مگر انداز آج بدلا ہوا ہے ولایت آگے ہے رسالت پیچھے ہے! کافروں کے بچوں نے پتھر نکالے۔ پیغمبرؐ کو نشانہ بنایا۔ دشمنی پیغمبرؐ سے ہے علیؑ سے نہیں ہے لیکن پیغمبرؐ کے حصے کا ہر پتھر علیؑ اپنے سینے پر روک رہے ہیں۔ اب مجھے بتائیں کہ کافروں کے بچوں میں نبیؐ دشمنی جائے گی **یا** علیؑ دشمنی جائے گی کہ مارنا نبیؐ کو چاہتے ہیں مگر علیؑ درمیان میں دیوار بنا ہوا ہے اس لئے مسلمان چاہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ سے علیؑ ولی اللہ کو فاصلے پر کر دو کہ ہمارا نشانہ ٹھیک بیٹھے۔۔۔۔۔ ! (یا علیؑ، یا علیؑ، یا علیؑ)

جھوٹ بولتا ہے تاریخ مسلمان کا لکھنے والا۔ علیؑ میں ساری صفات تھیں لیکن اچھے سیاستدان نہیں تھے میں قربان ہو جاؤں بصیرت علیؑ کے میرے مولا کی زندگی کا آخری جملہ قیامت تک تاریخ نویسوں کی زبانوں پر تالے ڈال کے **اُن کے قلم** توڑ دیتا ہے کہ عبدالرحمٰن ابن ملجم کی تلوار کھانے کے بعد علیؑ نے کہا۔۔۔۔۔۔ ربِ کعبہ کی قسم میں کامیاب جا رہا ہوں۔ قاتل کامیاب نہیں ہے بظاہر کامیاب تو قاتل ہوا تھا لیکن میرا مولا قتل ہو کے بھی کامیاب ہے، قاتل قتل کر کے بھی ناکام ہے۔۔۔۔۔۔! (نعرے)

علیؑ کے بعد خلافت راشدہ ختم ہو گئی۔ آگے گمراہی ہی گمراہی ہے تو گمراہی کی پہلی اینٹ ہے ملوکیت، اور ملوکیت نے تاریخ مسلمان لکھی۔ تو جتنی ناقابل اعتبار ملوکیت کی نسلیں ہیں اتنی ہی ناقابل یقین تاریخ مسلمان کی فصلیں ہیں۔

آپ ملوکیت سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ نبیؐ کو نور مانے؟ آپ ملوکیت کی تاریخ سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ نبیؐ کو معصوم مانے؟ آپ یہ چاہتے ہیں کہ یہ تاریخ نویس نبیؐ و علیؑ کے والدین کو مسلمان کہیں؟ کیسے کہیں جو تاریخ لکھوا رہا ہے وہ جگر چبانے والی کا بیٹا ہے۔

غالب کو بھی پوری تاریخ مسلمان کا مطالعہ کر کے کہنا پڑتا ہے کہ ؎

یہ اجتہاد عجب ہے کہ ایک دشمنِ دیں
علیؑ سے جنگ کرے اور خطا کہیں اُس کو

دشمن دیں۔۔۔۔۔۔۔امیرالمسلمین نہیں۔

کوئی فرقہ بندی نہیں ہے مسلمان کے درمیان، جھگڑا ہے اصل میں اسلام اور مسلمان کے درمیان، جھگڑا اتنی سی بات پر ہے کہ اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان میرے سانچے میں ڈھل جائیں، مسلمان چاہتا ہے کہ اسلام موم کی ناک کی طرح ہماری خواہشات کے سانچے میں ڈھل جائے!

جھگڑا ہے اصل میں آیت اور روایت کے درمیان! آیت یہ چاہتی ہے کہ جو اسلام میں پیش کروں۔ مسلمان اسے قبول کریں روایت یہ کہتی ہے کہ مسلمان مجھے قبول کریں۔

فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں کہ عظمت آیتوں میں ہے یا روایتوں میں ہے ؟ آیت یہ کہتی ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ علَم دے تب بھی رسولؐ، اعلان کرے تب بھی رسولؐ، نہ کرے تب بھی رسولؐ، پاس بلائے تب بھی رسولؐ، قلم مانگے تب بھی رسولؐ! بزم سے نکالے تب بھی رسولؐ۔۔۔۔۔۔!(پرجوش نعرے)

روایت کہتی ہے کہ رسولؐ کی زندگی کے دو حصے ہیں ایک حصہ نبوت کا، ایک بشریت کا۔

حبیبؐ ہم نے آپ کے سینے کو گنجینہ انوارِ الٰہی بنایا۔

روایت نے کہا کہ نبیؐ کے سینے کا آپریشن ہوا (نعوذباللہ) غلاظت نکالی گئی۔ رسالت کا مقام آیت نے بتایا، یا روایت نے ؟

روایت نے کہا کہ معمولی سے بخار کی وجہ سے نبیؐ اپنا ذہنی توازن قائم نہیں رکھ سکتا۔ آیت نے روایت کے منہ پر طمانچہ مارا اور کہا وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی ۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ

وَمَاغَوٰی (قسم ہے ستارے کی، کہ جب وہ ٹوٹا ہمارا نبیؐ نہ کبھی بہکا، نہ کبھی گمراہ ہوا)

پاگل وہ ہے جو اس پر شک کرے وَمَایَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَاِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی

وہ تو اپنی طرف سے کچھ بولتا ہی نہیں، وہ وہی بولتا ہے جو وحی ہوتی ہے۔ (نعرہ حیدری)

کیا نام دیں گے آپ ۶۱ ہجری کی تاریخ کو یزید تاریخ اسلام کا کردار ہے ؟ نہیں توہین ہے اسلام کی، اسلام کی عزت ہی اس صورت میں بچتی ہے کہ آپ اسلام سے یزید کو علیحدہ کرلیں۔ اور جتنے بھی یزیدی ہیں وہ اسلام سے علیحدہ ہو جائیں اگر آپ نے اسے اسلام کی تاریخ بتایا، تو کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گا مسلمان۔۔۔۔۔!

کیا کہیں گے آپ کہ کربلا سے لے کر کوفہ، کوفے سے لے کر شام تک محمد مصطفیؐ کا کلمہ پڑھنے والوں نے محمد مصطفیؐ کی بیٹیوں کو بے پردہ پھرایا۔ یہ ہے تاریخ اسلام ؟

سلام ہمارا ثانی زہراؑ پر جس نے کربلا سے لے کر شام تک خطبے دے کر تاریخ اسلام سے تاریخ مسلمان کو علیحدہ کر دیا۔ بیچ میں حسینؑ کے مقدس خون کی دیوار بنا دی۔

خطبہ جناب زینبؑ ہے اسلام کی تاریخ، مجروح راویوں کی روایتیں اسلام کی تاریخ نہیں، بی بی زینبؑ نے دربار یزید میں یزید کو مخاطب کر کے فرمایا۔

یزید۔۔۔۔۔! ذرا دیکھ تو سہی، بے ادب اپنی چھڑی سے جس ہستی کے مقدس ہونٹوں کے ساتھ تو گستاخی کر رہا ہے وہ جوانان جنت کا سردار ہے۔

اَمِنَ الْعَدْلِ یَابْنَ الطُّلَقَآءِ تَخْدِیرُكَ حَرَائِرَكَ وَاِمَائَكَ وَسَوْقُكَ بَنَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ سَبَایَا وَقَدْ هَتَكْتَ سُتُوْرَهُنَّ اَبْدَیْتَ وُجُوْهَهُنَّ تَحْدُوْا بِهِنَّ الْاَعْدَاُ مِنْ بَلَدٍ اِلٰی بَلَدٍ

اے ہمارے آزاد کئے ہوئے کے جائے! کیا یہی عدل ہے ؟ اسی کو انصاف کہتے ہیں ؟ کہ تیری تو عورتیں اور کنیزیں تک پردے میں ہوں اور نبیؐ زادیوں کی چادریں چھین کر انہیں بے پردہ، سر برہنہ ایک شہر سے دوسرے شہر کشاں کشاں لے جایا جائے!

سیدو! بڑا احسان ہے تم پہ زینبؑ کا، نسلِ سادات بچ جائے، میری نسل رہے نہ رہے واحد بیٹی ہے علیؑ کی کہ جس نے حسینؑ سے کہا تھا کہ حسینؑ جو خون تیری رگوں میں دوڑ رہا ہے وہی خون میری رگوں میں ہے حسینؑ اجازت تو دے دے میرے بچوں کو، وعدہ میں ماں ہو کر کرتی ہوں کہ بچوں کی میتوں کو بھی سینے سے لگاؤں تو مجھے اپنی بہن نہ کہنا۔

بس عونؑ و محمدؑ جانے لگے تو دونوں بیٹوں کو قریب بلا کر علیؑ کی بیٹی، عونؑ و محمدؑ کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہتی ہیں بیٹا عونؑ و محمدؑ خیال رکھنا تم جعفر طیارؑ کے پوتے ہو، حیدر کرارؑ کے نواسے ہو۔ اماں کیا حکم ہے؟ استاد قمر جلالوی نے زینبؑ کے حکم کو ایک شعر میں پیش کیا۔ شہزادی زینبؑ اپنے شیروں سے کہتی ہیں کہ ۔

کسی طرح کی کمی قتلِ عام میں نہ رہے
کوئی چراغ جلانے کو شام میں نہ رہے

کربلا کی حدود طے کرتے جاؤ۔ جہاں کربلا کی حدود پہ قبریں نظر آئیں وہ زینبؑ کے بچوں کی ہیں، لڑتے لڑتے شہزادی زینبؑ کے بیٹے دریائے فرات پر پہنچے دریا کی ٹھنڈی ہوا آئی تو گھوڑے سے گھوڑا ملا کر عونؑ، محمدؑ سے کہتا ہے بھیا کاش سکینہؑ کی مشک لے آتے۔ ارے تین دن کے پیاسے پانی کی طرف نہیں دیکھ رہے۔ یہ ہے ماں کے دودھ کی تاثیر، سکینہؑ کی پیاس یاد کر رہے ہیں۔ (گریہ و ماتم)

ہائے ایک زینبؑ اور کتنی ذمہ داریاں، حسینؑ کو بچائے زینبؑ، سجادؑ کو جلے ہوئے خیمے سے لائے زینبؑ، سکینہؑ کو طمانچے کھاتے ہوئے سنبھالے زینبؑ، ام کلثومؑ کو سہارا دے زینبؑ، کربلا سے رسن بستہ ہو کر جب کوفے آئی اور کوفے کے در و دیوار پر نظر پڑی ایک مرتبہ کوفے کا گزرا ہوا ماضی زینبؑ کی آنکھوں میں پھرا۔ سید سجادؑ کو بلا کر کہا یہ وہی کوفہ ہے جہاں بابا علیؑ کی حکومت تھی بس کوفے کا نام آیا۔ پہلا موقع ہے کہ جہاں علیؑ کی بیٹی کو جلال آیا۔ ایک مرتبہ اونٹ پر بیٹھے ہوئے کہا۔ بیٹا سجادؑ شمر سے کہہ دے کوفے کے ان بازاروں سے

نہیں جاؤں گی۔ شمر سے جا کر سید سجادؑ نے کہا۔ شمر **ملعون** نے تازیانہ لہرایا۔ سید سجادؑ کے قریب آیا۔ سید سجادؑ نے پھوپھی کی طرف دیکھا۔ ایک مرتبہ علیؑ کی بیٹی جلال کے عالم میں کہتی ہے کہ اے شمر کہہ جو دیا عباسؑ کی غیرت کی قسم نہیں جاؤں گی۔ اور یہ کہہ کر برابر میں بیٹھی ہوئی سکینہؑ سے کہا۔ سکینہؑ میرے ہاتھ تو بندھے ہوئے ہیں تیرے گلے میں رسی ہے تو اپنے ننھے ننھے ہاتھ بلند کر میں بد دعا کروں گی تو آمین کہنا، ابھی سارا کوفہ غرق ہو جائے گا۔ سکینہؑ نے ہاتھ بلند کیے۔ ابھی زینبؑ کے لب ہلے تھے کہ میرا بیمار امام ہتھکڑیاں سنبھالے، بیڑیاں اٹھائے، پھوپھی کے ناقے کے قریب آکر کہتا ہے پھوپھی اماں بد دعا کرنے سے نہیں روکتا۔ مگر بد دعا کرنے سے پہلے نیزے کی طرف نظر کر لے۔ اب جو زینبؑ نے دیکھا حسینؑ کا سر نوک نیزہ پر اشک بہا رہا تھا زینبؑ میرے اکبرؑ کی قربانی ضائع نہ جائے۔ میرے عباسؑ کی قربانی، زینبؑ جلال نہ دکھا، چلی جا، بھائی کا حکم سنا۔ اُٹھے ہوئے ہاتھ سکینہؑ کے گر گئے۔ زینبؑ نے آواز دی سجادؑ جہاں چاہے لے چل۔ بازاروں میں جاؤں گی۔ درباروں میں جاؤں گی!

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بِنْتَ سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ

اے سرورِ انبیاء کی قابلِ فخر بیٹی ہمارا سلام قبول ہو (ہائے زینبؑ)

*

سلام

مجھے عرفاںؔ یہی شکوہ ہے تاریخِ مسلماں سے
یہ اتنی بد گماں کیوں ہے رسالتؐ کے نگہباں سے

جو کافر اب بھی جلتے ہیں ابو طالبؑ کے ایماں سے
وہ اپنی ولدیت پوچھیں کبھی تنہائی میں ماں سے

کوئی بھی ہو وہ جنت میں تو داخل ہو نہیں سکتا
جنابِ فاطمہؑ ناراض ہو نگی جس مسلماں سے

منافق کے جگر میں اب بھی کانٹا سا کھٹکتا ہے
وہ اک اعلانِ مولاؑ جو ہوا تھا خُم کے میداں سے

تیرے قربان اے پروردگارِ کربلا مولاؑ
یزیدیت کا خنجر کُند کر ڈالا رگِ جاں سے

کسی بچیؑ کے رونے کی صدائیں دل ہلا تی ہیں
گُذر ہوتا ہے اہلِ شام کا جس وقت زنداں سے

اسی کے دوش پر عرفاںؔ تو جنت میں جائیگا
بہت اونچا ہے یہ منبر ترا تختِ سلیماںؑ سے

*

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایمانِ ابو طالبؑ

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۸۵

تیسرے پارے کی آیت میں ارشاد ہو رہا ہے کہ جو اسلام کے سواء کوئی دین اختیار کرے وہ ہرگز قبول نہیں ہو گا اور وہ آخرت میں گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔

ہم نے اذہانِ ملتِ اسلامیہ کو اس طرف متوجہ کرنا ہے کہ اگر ملت اسلامیہ احترام مصطفیٰؐ کرنا سیکھ جائے اگر ملت اسلامیہ احترام رسالتؐ اور مقام نبوت کو سمجھنے کی سنجیدہ کوشش کرے اور مقام مصطفےٰ سمجھنے کے لئے فراخ دلی کا مظاہرہ کرے، اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرے، اپنی ضد اور اناء کا مسئلہ نہ بنائے، مذہبی یا شخصی وقار کا مسئلہ نہ بنائے بلکہ یہ سوچ کر حصول عرفان ذات کرے کہ وقار ایمان، وقار اسلام اور وقار مسلمان احترامِ نبوت میں ہے فرقہ پرستی میں نہیں ہے! اگر ملت اس میں فراخ دلانہ جذبہ کے تحت انداز فکر اختیار کرے تو میں یہ سوچتا ہوں کہ یہ نہ ختم ہونے والا سلسلہ صدی یا سال میں نہیں بلکہ فقط ایک گھنٹہ میں ختم ہو سکتا ہے۔ (نعرے درود)

بات بڑی سیدھی سادی سی ہے اور وہ یہ کہ اگر ملت اسلامیہ کے فرقے اپنی کتابوں کی بجائے اللہ کی کتاب کو حکم بنا کر، قرآن کو فیصلہ کن حقیقت سمجھ کر، ذاتِ مصطفیٰؐ کی معرفت قرآنی آیات سے حاصل کر کے سمجھنے کا جذبہ پیدا کریں تو آج بھی اتحاد و اتفاق قائم ہو سکتا ہے آج بھی سربلندی ملت کا مقدر بن سکتی ہے آج بھی وہ ذلت و رسوائی جو عالم آدمیت میں اسلام کی ہے، ختم ہو سکتی ہے وقار امت بحال ہو سکتا ہے! یہ سب کچھ سزا اس امر کی ہے کہ ملت نے احترام کے مرکز کو چھوڑ کر شخصیتوں کا احترام کرنا شروع کر دیا' ملت اگر اپنے اذھان میں اس

فیصلہ کن حقیقت کو راسخ کرے کہ عظمتِ توحید بھی عظمتِ مصطفیٰؐ سے وابستہ ہے۔ دیکھئے خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا مگر محتاج تعارف رہا۔ اگر رسولؐ نہ بتاتے کہ یہ وحدہٗ لاشریک ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تو کون تھا جو تعارف توحید کراتا؟

یہ ذات مصطفیٰؐ تھی جس نے سب سے پہلے معرفتِ توحید کرائی، یہ مقدس نبوت کی ذات تھی کہ جس نے فاران کی چوٹیوں سے اعلان کیا۔

یَاۤاَیُّھَاالنَّاسُ قُوْلُوْالَاۤاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْنَ !اے لوگوں تم وحدانیت کا اقرار کرو فلاح پا جاؤ گے، دوستو! اس مجلس میں ابتدأ یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ پیغمبر اسلامؐ نے عرب کے معاشرے میں اسلام نافذ کیا اس کا طریقہ کیا تھا؟ سنت رسولؐ کیا ہے؟ پھر فیصلہ آپ پر چھوڑوں گا، مورخ پر چھوڑوں گا، صاحبان بصیرت پر چھوڑدوں گا کہ وہ فیصلہ کریں کہ سنتِ رسولؐ پر تم عمل کر رہے ہو یا ہم عمل کر رہے ہیں؟ (نعرہ حیدری)

پیغمبر اسلامؐ نے اعلان کیا" یَاۤاَیُّھَاالنَّاسُ قُوْلُوْالَاۤاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْنَ "اے لوگوں تم اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔ پیغمبر اسلامؐ نے یہ نہیں کہا کہ مجھے ووٹ دو، پیغمبر اسلامؐ نے یہ نہیں کہا کہ شوریٰ کا نظام ہو، پیغمبر اسلامؐ نے یہ نہیں کہا کہ مجھے تختِ اقتدار دے دو، بلکہ پیغمبرؐ کو تو کافر تخت اقتدار دے رہے تھے کہ عرب کی حکومت چاہے لے لو ہم تمہیں اپنا سردار تسلیم کرلیں گے مگر یہ سب تعلیمات چھوڑدو۔ سنت رسولؐ پر چلنے کا دعویٰ تو تمام ملت اسلامیہ کرتی ہے آؤ آج تاریخی اعتبار سے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کریں کہ سنت رسولؐ کیا ہے؟ اگر کوئی اسلامی طرز حکومت کا دعویٰ کرتا ہے تو رسولؐ کا پہلا پیغام کیا ہے 'اللہ کی اطاعت کرو، فلاح پا جاؤ گے تمہارا ہی فائدہ ہے میرا نہیں، یہ پہلی منزل اگر تم توحید کو تسلیم کرو گے تو اس میں تمہاری ہی سربلندی ہے تمہاری ہی توقیر ہے، تمہارا ہی فائدہ ہے، میرا فائدہ نہیں ہے۔ میں تو رسولؐ تھا' رسولؐ ہوں، رسولؐ رہوں گا، میں

تمہارے ووٹوں کی وجہ سے تو رسولؐ نہیں بنا، میں تمہارے اجماع کی وجہ سے تو رسولؐ نہیں بنا تم مجھے مانو گے تب بھی نبیؐ ہوں، نہیں مانو گے تب بھی نبیؐ ہوں! مجھے تم نے نہیں بنایا اس نے بنایا ہے جو ایک مرتبہ منصب دے کر معزول نہیں کرتا (پرجوش نعرے)

لوگو، کلمہء توحید پڑھ لو، اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے ظاہر ہے یہ اعلانِ پیغمبر اسلامؐ نے تنِ تنہا ہی کیا تھا سارے کافر چراغ پا ہو گئے اس اعلان پر سب اکھٹے ہو کر بڑے ہی غصے کے عالم میں گئے رسولؐ کی خدمت میں، کہا اے محمدؐ تمہارا قانون تو یہاں نہیں چل سکتا؟ تمہارے خدا کا قانون بھلا عرب میں کیسے چل سکتا ہے پوچھا کیوں نہیں چل سکتا، جواب دیا ظاہر ہے کہ ہمارے خدا اکثریت میں ہیں، ۳۶۰ بت ہیں آپ کا خدا فقط ایک ہے یعنی کافروں کی ذہنیت یہ ہے کہ قانون تو اکثریت کا چلے گا! پیغمبرؐ اسلام اس اکثریت کو جواب یہ دیتے ہیں کہ قانون تو میرے ہی خدا کا چلے گا چاہے آج چلے یا کل چلے، پیغمبرؐ نے کافروں کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے۔ (یا علیؑ، یا علیؑ، یا علیؑ)

کافر واپس چلے گئے، اسلام آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا، ترقی ہوتی رہی، جب کافروں نے دیکھا کہ اسلام اب مادی قوت بھی حاصل کر رہا ہے اور لوگ اسلام میں زیادہ سے زیاد داخل ہوتے چلے جارہے ہیں اب کافروں کی طبیعت کا اندازہ کرتے جائیں اور رسولؐ کی سنت کا بھی اندازہ کرتے چلے جائیں پہلی بار آئے تھے بڑے ہی غصے میں چیلنج کرنے کہ بالکل نہیں چلنے دیں گے قانون، اور جب اسلام نے کچھ طاقت پکڑنا شروع کی، اب آئے پیغمبرؐ کے سامنے، اب آئے نا تو ذرا نرم ہو کر آئے، دیکھا کہ اسلام طاقتور ہو چکا ہے کیونکہ حق کا کام ہی قیام کرنا اور باطل کا کام مٹ جانا ہے۔

"قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ"

تم کہہ دو حق آگیا، اور باطل ظاہر نہیں ہو سکتا، اور نہ وہ پلٹ سکتا ہے۔ اب جو کفار

مکہ آئے تو کہتے ہیں محمدؐ ایسے کرو لڑائی جھگڑے کا کیا فائدہ، کہا ہم نے کب کہا کہ لڑائی جھگڑا ہو، کہا ایسے کرتے ہیں، ہمارے پاس ایک تجویز ہے۔ کہا کیا! بولے ففٹی ففٹی کر لیں 'بھئی یہ ففٹی ففٹی کیا ہوتا ہے۔ کہا لڑائی جھگڑے کا کیا فائدہ چھ مہینے آپ ہمارے خداؤں کو مان لیں، چھ ماہ ہم تمہارے خدا کو مان لیں گے جھگڑا ختم! فوراً تڑپ کر آیت نازل ہوئی۔

اے رسولؐ ان کافروں سے کہہ دو کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو انکی میں عبادت نہیں کرتا (پر جوش نعرے) کہا جاؤ نامنظور! پھر اسلام ترقی کرنے لگا اب اس منزل پر تاریخ کے مورخ نے واضح طور پر ایک حقیقت کو تحریر کیا کافر چلے گئے، اب محمدؐ کے پاس نہیں آئے، اب آئے محمدؐ کے محافظ کے پاس، اب آئے رئیس مکہ کے پاس، اب آئے محسنِ رسالتؐ کے پاس، اب آئے محسنِ نبوتؐ کے پاس، اس ابو طالبؑ کے پاس کہ جس ابو طالبؑ کے بوسیدہ دامن میں پناہ پا کر اسلام کی یتیمی نے جوانی کے انداز سیکھے! (نعرہ حیدری)

اب اس تاریخ کے لفظ خطیبانہ دیانتداری سے ادا کروں گا لیکن فیصلہ آپکا لینا ہے اس تاریخی جملے پر۔۔۔۔۔۔۔۔اب آئے ابو طالبؑ کے پاس، ابو طالبؑ! اپنے بھتیجے کو منع کر لو کہ وہ ہمارے خداؤں کو بُرا مت کہے۔ نہیں نہیں نہیں، آج تمہیں کم از کم آسمان تک جانا ہے یہ سوچ کر یہ جملہ سنیں، پھر توجہ فرمائیں، اس جملہ پر۔۔۔۔۔۔۔۔ابو طالبؑ تم اپنے بھتیجے کو منع کر لو کہ وہ "ہمارے" خداؤں کو، ہمارے خداؤں کو یہ نہیں کہا کہ اپنے بھتیجے کو منع کر لو کہ وہ تمہارے خداؤں کو بہت توجہ۔ (پر جوش نعرے)

تمام کفار مکہ کو لیکر ابو طالبؑ خدمتِ پیغمبرؐ میں حاضر ہوئے اور کہتے ہیں میرے بیٹے محمدؐ! یہ کافر کہتے ہیں کہ تم ان کے خداؤں کو برا کہتے ہو، میں نہیں کہہ رہا، یہ کافر کہتے ہیں کہ ان کے خداؤں کو برا کہنا چھوڑ دو۔ اب پیغمبرؐ اسلام کا جملہ تاریخ میں متفقہ طور پر درج ہے پیغمبر اسلامؐ فوراً کہتے ہیں کہ اے چچا ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ میں ان کے خداؤں کا انکار

کرتا رہوں گا، میں اب پیغمبر اسلامؐ کے اس فیصلہ کن جملے کے بعد کچھ نہیں کہنا چاہتا کیونکہ رسولؐ نے یہ کہہ کر حدِ فاصل کھینچ دی۔ کافروں اور ابو طالبؑ کے درمیان۔۔۔! (نعرہ حیدری)

اے چچا ان کافروں سے کہہ دیجئے یعنی یہ کافر اور ہیں آپ اور ہیں، رسول اللہؐ کے سب سے پہلے پیغام بر ابو طالبؑ، واپس آئے اب رئیس مکہ گردن جھکا کر نہیں بلکہ سَر اُٹھا کر کہتے ہیں چالیس کافروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کمر پر ہاتھ رکھ کر کہتے ہیں۔

I am sorry ! my son Muhammad does not agree with you(pagons)and I am with him. (The holy Prophet)

ابو طالبؑ کہتے ہیں میں معذرت چاہتا ہوں کہ میرا بیٹا محمدؐ تم سے متفق نہیں ہے مگر میں اُس سے متفق ہوں۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

بتاؤ مجھے اسلام کے ٹھیکیدارو، اٹھو اور تاریخ کے ورق گردانی کرو، مطالعہ کرو قرآن کی آیتوں کا، سر مارو اپنی تاریخ کی دہلیز پر، نکال دو تاریخِ اسلام سے ابو طالبؑ کا یہ جملہ کہ میں محمدؐ سے متفق ہوں اب پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ نبوت پر ایمان لانا، متفق ہونا ہے یا اسلام اور رسالت پر شک کرنا ایمان ہے؟ (نعرہ حیدری)

کافروں نے پیش کش کی ابو طالبؑ کو، ایسا کرو ابو طالبؑ ہم تمہارا احترام کرتے ہیں کیونکہ آپ کلید بردار کعبہ ہیں آپ راستے سے ہٹ جائیں! آپ نے کفر کے مزاج کو نہیں پہچانا! کافر چاہتے کیا ہیں کہ ابو طالبؑ راستے سے ہٹ جائے اور ہم رسالت پر حملہ کر سکیں اب ابو طالبؑ قبضہ تلوار پر ہاتھ رکھ کر یہ کہتے ہیں کہ اب کے تو کہہ دیا، اب نہ کہنا، ابن

خلدون نے عجیب و غریب فقرہ لکھا ہے کہ ابو طالبؑ نے شانۂ محمدؐ پر ہاتھ رکھا اور کہا میرے بیٹے محمدؐ تم جس طرح چاہو اسلام کی تبلیغ کرو، سامنے کافر ہیں جس طرح جس انداز میں چاہو اسلام کی تبلیغ کرو، جب تک، جب تک میرے جسم میں خون کا آخری قطرہ باقی ہے اسلام اور رسالت پر کوئی حرف نہیں آسکتا، میرے خون کا آخری قطرہ باقی ہے یہ کفر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اے محمدؐ عربی کے اپنے اور پرائے دشمنو ، جب تک ابو طالبؑ کا آخری بیٹا پردہ غیب میں موجود ہے اسلام پر حرف نہیں آسکتا۔ احترامِ رسالت قائم رہے گا۔ مقام نبوت محفوظ رہے گا۔ تقدس مصطفیؐ محفوظ رہے گا، نام مصطفیؐ قائم رہے گا، محمدؐ کا پیغام باقی رہے گا محمدؐ کا کلمہ باقی رہے گا، محمدؐ کی عظمت باقی رہے گی، محمدؐ کی عصمت باقی رہے گی، محمدؐ کی طہارت باقی رہے گی، محمدؐ کا نور باقی رہے گا، محمدؐ کا ظہور باقی رہے گا، محمدؐ کی رسالت باقی رہے گی، محمدؐ کی نبوت باقی رہے گی، جب تک ابو طالبؑ کے خون کا آخری قطرہ باقی ہے (پرجوش نعروں کی صدائیں)

کافر کہتے ہیں کہ اگر تم باز نہیں آتے تو ہم تمہارا سوشل بائیکاٹ کرتے ہیں تیسری منزل، پوچھا کس کس کا بائیکاٹ کرتے رہو گے کہا جو اب تک مسلمان ہو چکے ان سب کا سوشل بائیکاٹ، تاریخ کے مورخ نے اس کو لکھا کہ اس بائیکاٹ کے دوران ساڑھے تین برس تک شعبِ ابی طالب میں مکمل بائیکاٹ کیا، یہ متفقہ جملہ ہے ابن خلدون سے شبلی نعمانی تک، بائیکاٹ کیا کافروں نے مسلمانوں کا، اے مرے محترم سامعین ہمیشہ یاد رکھو اس فارمولے کو، غور و تدبر اس امر پر کرو کہ شعبِ ابی طالب میں محصور کر کے کافروں نے کافروں کا بائیکاٹ کیا تھا یا کافروں نے مسلمانوں کا بائیکاٹ کیا تھا؟ کسی حوالے، کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے بھئی جواب یہی آئے گا کہ کافروں نے مسلمانوں کا بائیکاٹ کیا تھا؟ بس اب تاریخ کے مورخ سے یہی پوچھ لو کہ ابو طالبؑ بائیکاٹ کرنے والوں میں سے تھا یا ان میں شامل تھے کہ جن

کابائیکاٹ ہوا۔ یا علیؑ، یا علیؑ، یا علیؑ (نعرہ حیدری)

شعب ابی طالبؑ میں اور کوئی نہیں تھا سوائے ابو طالبؑ کے خاندان کے، تاریخ کے مورخ نے یہ جملہ لکھا کہ ان ساڑھے تین برسوں میں جب تمام راستے مسدود تھے غلہ ختم ہونے لگا، تو ابو طالبؑ نے اپنے چودہ برس کے نورِ نظر بیٹے علیؑ کو بلایا، کہا محمدؐ پیاسے ہیں پانی لاؤ، ابرِ رحمت پیاسا ہے، ساقی کوثر پانی لا، تاریخ میں یہی کچھ ہے کہ پہرہ ہے کافر ہیں، شعب ابی طالبؑ کو گھیرا ہوا ہے اب رات کی تاریکی میں ایک چودہ برس کا بچہ اپنی پشت پر پانی کی مشک رکھے ہوئے کافروں کو للکارتا ہوا یہ کہتا ہوا پانی لے جاتا ہے کہ میں ابو طالبؑ کا بیٹا ہوں جس کو ماں نے دودھ پلایا ہے وہ مجھے روکے! (پرجوش نعروں کی صدائیں)

ساڑھے تین برس جب گزر گئے، میں رسالت اور ابو طالبؑ کو ساتھ لیکر چل رہا ہوں جب ساڑھے تین برس کے بعد وہ اللہ کا نبیؐ جو وحی الٰہی کے بغیر گفتگو نہیں کرتا وہ جناب ابو طالبؑ کو بلا کر کہتے ہیں چچا کافروں نے جو ہمارے بائیکاٹ کا معاہدہ لکھا تھا اور کعبہ کی دیوار سے لٹکایا تھا اسے دیمک چاٹ گئی ہے صرف نام محمدؐ باقی رہ گیا ہے آپ کافروں سے پوچھیں اگر میری خبر سچی ہے تو معائدہ ختم اور خبر غلط ہے تو معاہدہ برقرار، قربان جاؤں ابو طالبؑ کی بصیرت ایمان پر، کہ وحی تو پیغمبرؐ پر ہوئی تھی مگر مجھے ایک جملہ تاریخ میں ایسا نظر نہیں آتا کہ ابو طالبؑ نے یہ کہا ہو کہ محمدؐ میرے بیٹے ذرا سوچ لو، میں رئیس مکہ ہوں کہیں سب کے سامنے جھوٹا نہ ہو جاؤں، یہی تو فرق ہے ابو طالبؑ کے ایمان میں اور دوسروں کے ایمان میں وحی سنی نہیں، معاہدہ دیکھا نہیں، پھر بھی ایمان رکھتے ہیں لوگ سامنے معاہدہ صلح حدیبیہ لکھا ہوا دیکھ رہے تھے مگر بد قسمتی سے رسالت میں شک کر رہے تھے (نعرہ حیدری)

تاریخ کے مورخوں نے یہ بھی حقیقت لکھی کہ ساڑھے تین برس شعبِ ابی طالبؑ میں رات کو جب خطرہ ہوتا کہ اس بستر پر محمدؐ کی جان کو خطرہ ہے تو اس بستر پر محمدؐ کو ہٹا

دیتے، علیؑ کو لٹادیتے، مجھے کائنات میں ایسا کوئی باپ تو دکھاؤ جو اپنے بیٹے کو اپنے بھتیجے پر فدیہ کر دے بھئی اگر ایسا موقع آتا ہے تو بیٹا بچالیا جاتا ہے لیکن اگر بات مذہب کی آجائے تو بیٹا قربان کر دیا جاتا ہے ایمان بچالیا جاتا ہے اے تاریخ کے کاذب مورخو! یہاں پر ابو طالبؑ بیٹے کو قربان کر کے بھتیجے کو نہیں بچارہے، محمدؐ ابو طالبؑ کے بھتیجے کا نام نہیں ہے بلکہ محمدؐ نام ہے ابو طالبؑ کے مذہب کا (فلک شغاف نعرے)

یا علیؑ، یا علیؑ، یا علیؑ، مولا سلامت رکھے یا علیؑ مدد کہنے والوں کو

یہ بھی تاریخ نے عجیب لکھا کہ روزانہ بستر بدلتے اور ہر بار محمدؐ کے بستر پر علیؑ کو لٹاتے، حالانکہ ابو طالبؑ کے اور بھی بیٹے تھے، جعفر بھی تھے، عقیل بھی تھے نہ کبھی جعفر کو لٹایا، نہ کبھی عقیل کو محمدؐ کے بستر پر، ہمیشہ علیؑ کو لٹایا اس لئے کہ ابو طالبؑ کی ایمان پرور نگاہیں منصب نبوت کو سمجھتی تھیں کہ محمدؐ کے بستر پر علیؑ کے سواء کوئی آہی نہیں سکتا۔ اس لئے کہ معصوم کی جگہ فقط معصوم ہی آسکتا ہے (نعرے درود)

دوستو! آپ نے جناب ابو طالبؑ کا خطبہ تو تمام علماء سے سنا ہوگا جو آپ نے عقد پیغمبرؐ پر دیا مگر وہ خطبہ سناتا ہوں جو ابو طالبؑ نے اپنے عقد کے موقع پر پڑھا۔ دونوں خطبوں کا ایک ہی جملہ سنادوں تاکہ ایمان تازہ ہو جائے۔ پیغمبرؐ کے عقد کے موقع پر فرمایا ساری تاریخیں متفق ہیں۔

حمد و ثنا ہے اس لم یزل و لایزال کے لئے کہ جس نے ہمیں ذریت ابراہیمؑ میں پیدا کیا جس نے ہمیں نسل اسماعیلؑ میں پیدا کیا۔

حمد و ثنا رب ذوالجلال کی، لات و منات کی نہیں، عزیٰ کی نہیں، حمد و ثناء کی اللہ کی

اب میں خطبہ کا ایک جملہ پیش کرتا ہوں، خطبہ تو آپ نے سنا،

یہ خطبہ ہے عقد پیغمبرؐ کے موقع کا، خطبے کا وہ جملہ سنیں جو ابو طالبؑ نے اپنے عقد

کے موقع پر خود پڑھا، آپ اپنے خطبہ کا آغاز اس جملے سے کرتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ! تاریخ طبری میں یہ لفظ موجود ! اب ابو طالبؑ قرآن کے نازل ہونے سے چالیس برس قبل یہ جملہ کہہ رہے ہیں ابھی پیغمبرؐ نے ظہور بھی نہیں کیا ابھی کسی کا نہ باپ مسلمان ہوا تھا، نہ دادا، مگر علیؑ کا باپ یہ فرما رہا ہے کہ حمد و ثناء ہے اس رب کی جو عالمین کا پالنے والا ہے ابو طالبؑ کی زباں سے نکلے ہوئے یہ الفاظ مشیعت قدرت الہی کو اتنے پسند آئے کہ اس فقرے کو لوح محفوظ پہ درج کر کے سورہ الحمد کا سرنامہ قرار دیا۔

ابو طالبؑ کے لفظوں کو تبدیل نہیں کیا سورہ الحمد کو ام الکتاب قرار دے کر ہر مسلمان پر سورہ الحمد کی تلاوت واجب کر دی تاکہ کوئی بھی مسلمان جب بھی نماز پڑھے، ابو طالبؑ کے کہے ہوئے فقرے کی تلاوت کر کے ان کی سُنّت پہ چلے۔ اب دو ہی راستے ہیں ابو طالبؑ کو کافر کہنے والو! یا تو ابو طالبؑ کے ایمان پر ایمان لاؤ۔ یا پھر نماز پڑھنا چھوڑ دو! (پرجوش نعرے) اے میرے ابو طالبؑ کو کافر کہنے والے بدبختو، میں تمہارے سامنے حدیث پیغمبرؐ پیش کرتا ہوں حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے۔

کہ تمام بچے اسلام کی فطرت پر پیدا ہوئے ہیں اس کے بعد اس کے ماں باپ اس کے پالنے والے، اس کی تربیت کرنے والے، اسے اپنے جیسا بنا دیتے ہیں بھائی اگر محمدؐ کو پیدا ہوتے ہی نبیؐ نہیں بھی مانو مگر یہ تو مانو گے کہ وہ پیدا ہوئے فطرت اسلام پر، آئے ابو طالبؑ کی آغوش میں، اب ابو طالبؑ کی آغوش میں پل کر جوان ہونے والا یہ بچہ فاران کی چوٹیوں سے یہ اعلان کرے " قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْنَ " تو پالنے والے کی تربیت کا اثر ہے نا، اگر مولا نے مجھے طاقت دی تو میں ایک فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو رہا ہوں۔

بھائی ابو طالبؑ کی ساری فضیلتیں ایک طرف، اور ایک یہ فضیلت ایک طرف کہ جس فضیلت میں نہ آدمؑ شریک، نہ خاتمؐ شریک، نہ کوئی امام شریک، نہ کوئی رسول شریک،

ایک ایسی عظیم فضیلت ہے جس میں نہ تو ابو طالبؑ کا کوئی شریک ہے اور نہ ہی قیامت تک شریک ہو گا اور وہ فضیلت یہ ہے کہ ساری کائنات میں ابو طالبؑ کی وہ گود ہے کہ جس میں ایک ہی وقت میں نبوت نے بھی پرورش پائی امامت نے بھی پرورش پائی، ایک بڑھا تو سید المرسلینؐ بن گیا، دوسرے کو پالا سید الاولیا بنا دیا، نبیؐ بھی پلا علیؑ بھی پلا، فیصلہ تم نے کرنا ہے میں یہ حدیث لیکر آرہا ہوں ابو سفیان مسلمان تھا منظور، ابو طالبؑ کافر تھا، منظور، مگر یہ حدیث کہ ہر بچہ مسلمان پیدا ہوتا ہے پالنے والے اسے اپنے جیسا بنا دیتے ہیں بہت توجہ، دو بچے ابو طالبؑ نے پالے ایک نبیؐ بنا ایک ولیؑ بنا، دو بچے ابو سفیان نے پالے ایک معاویہ بنا، ایک یزید بنا!! (بے حد نعرے) تعریف و توصیف

حضرت ابو طالبؑ کی عظمت کو قرآن نے بھی محفوظ کیا "الم یجدك یتیما فاوی" بڑی عجیب و غریب قرآن مجید کی مختصر سی آیت ہے اگر ملت مسلمہ اس آیت پر ہی تدبر کرے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ کوئی ابو طالبؑ کے ایمان میں شک کرے حبیبؐ ہم نے آپکو یتیم پایا، ہم نے تیری پرورش کی، اللہ کہہ رہا ہے کہ ہم نے آپ کی پرورش کی، مدد بے شک اسی کی تھی مگر عنوان ابو طالبؑ تھے اب یہ بڑی عجیب و غریب منزل ہے مسلمان اس پر غور کریں اللہ یہ کہہ رہا ہے کہ ہم نے تجھے یتیم پایا، ہم نے تمہاری پرورش کی، پرورش ابو طالبؑ کر رہے ہیں مگر اللہ یہ کہہ رہا ہے نہیں پرورش میں کر رہا ہوں، اے ابو طالبؑ کو کافر سمجھنے والے تاریخ کے بے ایمان مورخو! اللہ کبھی کسی کافر کے فعل کو اپنا فعل نہیں کہتا، کسی مسلمان کے فعل کو اپنا فعل نہیں کہتا، قرآن سے پوچھو کہ اللہ فقط فعل معصوم کو اپنا عمل کہتا ہے (نعرہ حیدری)

اور میں آپکی اطلاع کے لئے یہ بات عرض کروں کہ پوری کائنات میں دھرتی پر کروڑ ہا بچے پیدا ہوئے، ہر دور میں، ہر زمانے میں، لیکن پوری کائنات میں صرف دو بچے ایسے ہیں کہ نہ محمدؐ سے پہلے کسی بچے کا نام محمدؐ تھا، اور نہ علیؑ سے پہلے کسی بچے کا نام علیؑ تھا (نعرہ

حیدری)

محمدؐ سے پہلے کسی ماں، باپ کے ذہن میں اپنے بچے کے لئے لفظ محمد آیا ہی نہیں تو ظاہر ہے یہ نام پروردگار نے رکھا، لیکن محمدؐ کی ولادت کے وقت پروردگار خود تو نہیں آیا تھا اس بچے کا نام رکھنے کے لئے جناب آمنہؑ کے پاس، یہ بچہ آیا آغوش عبدالمطلب میں، پھر آغوش ابو طالبؑ میں پہنچا، یا دادا کی گود میں ہے یا چچا کی گود میں ہے، باپ اور بیٹے نے مل کر چاند سی پیشانی کو دیکھا، والشمس چہرے کو دیکھا، والیل زُلفوں کو دیکھا، قل ھو اللہ احد قد کو دیکھا، پورے قد کا اندازہ لگانے کے بعد دادا اور چچا کی زبان پر بے ساختہ نام جاری ہوا۔ اس بچے کا نام محمدؐ ہوگا۔

کیا خیال ہے ملت اسلامیہ کے ٹھیکیداروں کا، تم کہتے ہو، وحی یا نبی پر آتی ہے یا رسول پر آتی ہے ان کے عقیدے کے مطابق امام پر بھی وحی نہیں ہوتی، تو اے عبدالمطلبؑ اور ابو طالبؑ کے ایمان میں شک کرنے والے تاریخ کے بد نسل مورخو! یہ نام محمدؐ، یا عبدالمطلبؑ نے رکھا یا ابو طالبؑ نے رکھا، اب ان کو یا نبی مانو یا رسول مانو۔۔۔۔! (نعرہ حیدری)

ہم ابو طالبؑ کو نہ رسول مانتے ہیں، نہ نبی مانتے ہیں بلکہ ہم ابو طالبؑ کو مومن بھی نہیں مانتے، مومن تو وہ ہے جو ابو طالبؑ کے بیٹے کی غلامی کرے، اس لئے کہ ابو طالبؑ کا بیٹا کُلِ ایمان ہے بس اتنا جملہ ہی کہہ دینا کافی ہے کہ جو کُلِ ایمان کا بھی باپ ہو اسے ابو طالبؑ کہتے ہیں (نعرہ حیدری)

میں نے بہت پڑھا، بڑی تحقیق کی کہ مجھے ابو طالبؑ کا کوئی قصور مل جائے مگر مجھے نہ مل سکا مجھے کوئی تاریخ کا مورخ ابو طالبؑ کا قصور بتادے آخر کلمہ پڑھنے والے ابو طالبؑ سے ناراض کیوں ہیں لیکن جب میں نے شعر پڑھا تو سجدہ کیا عظمت ابو طالبؑ میں، اس لئے کہ مجھے ابو طالبؑ کا جرم مل گیا تھا، مجھے پتہ چل گیا تھا کہ ابو طالبؑ کا قصور کیا ہے؟ مسلمان کیوں

ابو طالبؑ کو کافر کہتے ہیں پوری توجہ، جب شعر پڑھوں گا اور دوسرا مصرع پڑھوں گا تو میں آپ کے ایمان اور تولا کی منزل دیکھوں گا۔

ابو طالبؑ

بس اس خطا پہ تجھے اس جہاں نے چھوڑا ہے
کہ تیرے لعل نے انکے بتوں کو توڑا ہے

کون ابو طالبؑ، کہ جس کا گھر تو اُجڑ گیا۔۔۔۔۔۔ لیکن اسلام، آباد ہو گیا

جب بھی اسلام پہ وقت پڑا، ابو طالبؑ سامنے آئے، کبھی علیؑ کی صورت میں کبھی حسنؑ کی صورت میں، کبھی حسینؑ کی صورت میں، کبھی عباسؑ کی صورت میں اور ایک وقت تو ایسا آیا کہ چھ مہینے کے بچے۔۔۔۔۔۔ کسی شاعر نے کیا خوبصورت شعر کہا کہ

بچہ بچہ ترا ہر عُمر میں غالب نکلا
پڑ گیا وقت تو اصغرؑ ابو طالبؑ نکلا

ابو طالبؑ کے تو سب سے کمسن بچے کے خون کے ایک قطرے کا وزن، آسمان اور زمین نہیں اٹھا سکتے۔ آسمان نے کہا تھا کہ اگر یہ خون ناحق آسمان کی طرف چلا گیا، تو حسینؑ کبھی بارش نہیں ہو گی، زمین نے کہا کبھی فصل پیدا نہیں ہو گی۔

پوری کائنات کو کھانا، پانی مل رہا ہے یہ علی اصغرؑ کا صدقہ ہے

ایک ہندو رائٹر کہتا ہے کہ مجھے یزیدی فوج تو انسان بھی نہیں لگتی، وہ اس لئے کہ اکبرؑ کے برچھی لگی، میں غم نہ کرتا، عباسؑ کے بازو کٹے میں غم نہ کرتا، قاسمؑ کا لاشہ پامال ہوا، میں غم نہ کرتا، عونؑ و محمدؑ خون میں نہا گئے، میں غم نہ کرتا مگر کیا کروں راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر روتا ہوں جب مجھے یہ خیال آتا ہے کہ کربلا میں ایسے بھیڑیئے بھی تھے جنہوں نے چھ مہینے کو اتنا وزنی تیر مارا جسے یہ بھی پتہ نہیں کہ تیر کھا کر ہنسنا ہے یا رونا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہزادہِ سبز قبا

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرْ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ

حاضرین گرامی قدر، عزاداران سرکار رسالت مآبؐ، ماتم داران سرکار سبط اکبرؑ، شہزادہِ سبز قبا، حسن مجتبیٰؑ، آپ تمام حضرات ۲۸ صفر کے اس اہم ترین اجتماع میں پاکستان کے گوشے گوشے سے (ماشاء اللہ) حاضر ہو کر اجرِ رسالتؐ کی ادائیگی کر رہے ہیں یہ تاحدِ نظر مومنین و مومنات کا موجیں مارتا ہوا سمندر، یہ حسینی دربار آواز دے رہا ہے شام کے اس غاصب حکمران کو جو تخت پر بیٹھ کر یہ سمجھتا تھا کہ بادشاہت میں عزت ہے مولا حسنؑ نے تخت ٹھکرا کر بتایا نہیں، امامت میں عزت ہے (یا علیؑ، یا علیؑ، یا علیؑ) بادشاہت وقتی طور پر بے عزتوں کو بھی عزتیں عطا کر دیتی ہے لیکن امامت وہ ابدی عزت و نعمت ہے جسے اللہ اپنے مصطفیٰ بندوں کو عطا کرتا ہے (نعرہ حیدری) مولا سلامت رکھے یا علیؑ مدد کہنے والوں کو۔

سرکار سبطِ اکبرؑ کے لئے صرف یہ جملہ ہی کہہ دینا کافی ہے کہ یہ محمدؐ مصطفیٰ کا وہ بیٹا ہے جو رسولؐ کو ہر دور کے ابو جہل کے طعنوں سے بچاتا ہے۔ اُس دور کے ابو جہل یہ طعنہ دیتے تھے خانہ کعبہ کے نیچے بیٹھ کر کہ رسولؐ تو (معاذ اللہ) ابتر ہے، رسولؐ کی کوئی اولاد نرینہ نہیں ہے اس لئے ان کا کوئی وارث بھی نہیں۔ ایک بیٹی ہے، بیٹی اس دور کے ابو جہلوں کی نظر میں وارث بھی نہیں ہوتی۔ اس لئے ابو جہل کا یہ مزاج کلمہ پڑھنے کے بعد بھی جہاں جہاں پہنچا بیٹی کو وراثت سے محروم کیا گیا۔ یہ سجا ہوا دربار بغیر وارث کے نہیں ہے اس دربار کا کوئی وارثِ موجود ہے، لاوارث دربار اُلٹ جاتے ہیں بڑی توجہ! لاوارث حکومتیں ختم ہو جاتی ہیں لاوارث سلطنتیں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں لاوارث کہتے کسے ہیں لاوارث اس بد نسل کو کہتے ہیں جو سورہ کوثر کی وارث کو لاوارث کہے (اس جملے کو سمجھنے کے لئے

پورے پس منظر میں جائیں) اس کے لاوارث ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کا دربار بھی اُلٹ گیا اس کی حکومت بھی ختم ہو گی وہ خود بھی جہنم کا ایندھن بن گیا۔ لیکن جس فاطمہؑ کو لاوارث کہا گیا تھا اس کے وارثوں کا دربار کل بھی قائم تھا آج بھی قائم ہے (نعرہ حیدری)

علیؑ مولا، علیؑ مولا، علیؑ مولا، زباں کے ساتھ دل بولا، علیؑ مولا، علیؑ مولا، علیؑ مولا

الحمد للہ ہم لاوارث نہیں ہیں، ہمارا وارث ہے اس دنیا میں بھی، اس دنیا میں بھی ساری کائنات میں صرف ہمؑ ہی کہہ سکتے ہیں کہ

خدا کے فضل سے اپنا امام زندہ ہے
قیامت ان کی ہے جن کا کوئی امام نہیں

ہمارا وارث کوئی مفتی نہیں ہے، ہمارا وارث کوئی حاجی نہیں ہے، ہمارا وارث کوئی قاضی نہیں ہے، ہمارا وارث کوئی حکمران نہیں ہے، ہمارا وارث کوئی سلطان نہیں ہے، ہمارا وارث ابو سفیان نہیں ہے، ہمارا وارث مروان نہیں ہے، ہمارا وارث امیر شام نہیں ہے، ہمارا وارث یزید نہیں ہے، ہمارا وارث ہارون عباسی نہیں ہے، ہمارا وارث متوکل نہیں ہے، ہمارا وارث کل بھی علیؑ تھا آج بھی علیؑ ہے (یا علیؑ، یا علیؑ، یا علیؑ)

میں جناب حسنؑ کی بارگاہ میں خراج عقیدت کے طور پر اپنے بھائی سید محسن نقوی کا ایک قطعہ پیش کرتا ہوں کہ :

حسنؑ مولا، حوادث جب با اندازِ دِگر آئے
تری بخشش کے ساماں آنکھ سے دل میں اُتر آئے
تلاشِ رزق کی خاطر جو سوئے آسماں دیکھا
ستارے تیرے دستر خوان کے ٹکڑے نظر آئے

یہ حسنؑ کا دستر خوان تھا سنو گے حسنؑ کا دستر خوان! علیؑ کو دفنانے کے بعد ۲۱ رمضان کو جب حسنؑ حسینؑ اور علیؑ کے بیٹے واپس آرہے تھے تو راستے میں چند نابینا فقیروں کو

دیکھا۔ نابینا سائل بیٹھے رو رہے تھے حسنؑ اور حسینؑ آخر علیؑ بادشاہ کے بیٹے تھے نا، فقیروں کے پاس جا کر کہا بھائی کیوں رو رہے ہو؟ کھانے کو نہیں تو ہم پیش کریں۔ افطار کے لئے کچھ نہیں تو ہم پیش کریں۔ سائلوں نے جواب دیا افطار کے لئے تو موجود ہے لیکن رو اس لئے رہے ہیں کہ جب سے رمضان کا مہینہ شروع ہوا ہے ایک سخی عین افطار کے وقت ہمارے پاس آتا تھا ہمیں روزہ افطار کراتا تھا رو اس لئے رہے ہیں کہ تین دن ہو گئے ہیں وہ نہیں آیا اللہ کرے خیر ہو۔

میرے مولا حسنؑ فرماتے ہیں تم غم نہ کرو پہلے روزہ افطار کرو کہا نہیں وہ آیا نہیں تو ہم نے بھی افطار نہیں کیا۔ اس لئے کہ وہ جتنے پیار سے ہم فقیروں کو روزہ کھلواتا تھا اتنے پیار سے ہم فقیروں کو روزہ کھلوانے والا اور کون ہے؟ حسنؑ ایک مرتبہ بیقرار ہو کر کہتے ہیں ہم بیٹھے ہیں، ہم تمہارے ساتھ افطار کرتے ہیں، ہم سے بھی قسم لے لو۔ ہم نے بھی تین روزے روزہ افطار نہیں کیا۔ کہا تم نے کیوں نہیں کیا، کیا تمہارے پاس بھی وہ آیا کرتا تھا؟ اس مرتبہ حسینؑ سے برداشت نہ ہو سکا۔ کہتے ہیں بھیا حسنؑ بتا کیوں نہیں دیتے! ارے وہ میرا بابا علیؑ تھا ہم اس کے بیٹے حسنؑ، حسینؑ ہیں۔ عبدالرحمٰن ابن ملجم نے ضرب ماری وہ تین دن سے زخمی تھے ہم انہیں ابھی دفنا کر آ رہے ہیں۔

حسنؑ مولا کے دستر خوان کا عالم یہ تھا کہ حسنؑ کا دستر خوان چوبیس گھنٹے میں کبھی لپیٹا نہیں جاتا تھا ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ انواع و اقسام کے کھانے جو عربوں کو میسر بھی نہیں تھے وہ مولا حسنؑ کے دستر خوان پر ہوتے تھے ایک مرتبہ دو سائل آئے انہوں نے تھوڑا سا کھانا کھایا اور کچھ آنکھ بچا کے چپکے چپکے تھوڑا کھانا چھپا کر اٹھنے لگے۔ حسنؑ کہتے ہیں چھپاتے کیوں ہو جتنا چاہتے ہو کھالو۔ پھر آ کر کھالینا کبھی کمی نہ ہوگی۔ یہ دستر خوان کبھی بند نہیں ہوگا۔ سنو گے وہ دونوں فقیر ہاتھ جوڑ کے کہتے ہیں مولا حسنؑ ہمیں معاف کر دینا، ہماری نیت چوری کی نہیں تھی کوفے میں ایک شخص رہتا ہے جو، جو کی سوکھی ہوئی روٹی نمک کے پانی میں بھگو کر کھاتا

ہے ہم اس کے لئے کچھ کھانا لے کر جا رہے تھے اس نے تو زندگی میں کبھی اتنا اچھا کھانا، کبھی دیکھا بھی نہیں ہوگا۔ حسینؑ سینے پر ہاتھ مار کر کہتے ہیں ارے وہ میرا بابا علیؑ ہے یہ سارا لنگر اسی کی بادشاہی ہے (علیؑ کی بادشاہی ہے)

قرآن میں اللہ تبارک تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَؕ

حبیبؐ ہم نے تمہیں اولاد کثیر عطا کی۔ ہم کائنات کا نظام بدلیں گے۔ کیونکہ یہ ساری کائنات تیرے وجود کا صدقہ ہے ساری دنیا کی نسل چلے گی بیٹے کے ذریعے سے مگر آپ کی نسل چلے گی آپ کی بیٹی کے ذریعے سے (درود)

مسلمان کچھ اور تو کر نہیں سکتے۔ ترجمے میں ڈنڈی مار دی۔ کوثر کے معنی حوض کوثر کر دئے کیا آبِ زمزم بند ہو گیا تھا؟ پھر کوثر کا ترجمہ خیرِ کثیر کر دیا نبوت خود خیرِ کثیر ہے آپکو نبیؐ بنایا۔ طٰہٰ، یٰسین، مزمل، مدثر، بنایا کیا یہ سب خیرِ کثیر نہیں ہیں پھر توحید نے کیا عطا کیا اگر ملت اسلامیہ اس سورہ کی آخری آیت پر غور کر لیتی تو کبھی سورہ کی پہلی آیت سمجھنے میں دشواری پیش نہ آتی۔ کوثر کے معنی حوض کوثر نہیں، کوثر کے معنی خیر کثیر نہیں۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَرُؕ

حبیبؐ ہم نے تیرے دشمنوں کو دم بریدہ کر دیا۔ سورہ کا اختتامیہ بتلاتا ہے کہ کافروں کے خلاف پیغمبرؐ کو تسکین دی جا رہی ہے یہ جو تجھے بے اولاد ہونے کا طعنہ دے رہے ہیں کہ تیرا کوئی بیٹا نہیں، ہم نے تجھے کبھی ختم نہ ہونے والی پاکیزہ نسل عطا کی۔ یہ ہے ترجمہ ہم نے حسنؑ کی صورت میں تجھے بیٹا عطا کیا۔ کیونکہ بیٹا نعمت ہوتا ہے، اِس لئے شکرِ نعمت کی منزل پر نماز بھی پڑھو اور قربانی بھی دو۔

۳ ہجری ۱۵ رمضان کو اس سورہ کی عملی تفسیر بن کر آغوشِ فاطمہ الزہراؑ میں قرآن کی طرح امام نازل ہوئے۔

آمدِ مصحفِ ناطق ہوئی ایسے شاہدؔ
قلب پہ جیسے محمدؐ کے تھا اُترا قرآن

دشمنوں کی زبانیں بند ہوئیں۔ رسولؐ خانہ بتولؑ میں تشریف لائے۔ گود میں لیا۔ نور سے نور ملا۔ دہن سے زبان رسولؐ ملی۔ یہ جو عمل آپ کو نظر آتا ہے کہ ادھر نواسہ پیدا ہوا۔ ادھر پیغمبرؐ نے آکر اس کے دہن میں اپنی زبان دے دی۔ اس اصول پر شدت سے عمل کیا گیا۔ یہ اصول صرف اسی خاندان میں نظر آتا ہے اور کہیں نہیں۔ میں بھی کبھی سوچتا ہوں کہ یہ کونسا انداز محبت ہے کہ اِدھر بچہ پیدا ہوا۔ اُدھر خاندان کا بڑا آیا۔ اس نے اپنی زبان بچے کے دہن میں دے دی ادھر کعبے میں علیؑ آئے، محمدؐ نے زبان دی، حسنؑ آئے رسولؐ نے زبان دی، حسینؑ آئے جب نبیؐ تشریف لائے اور زبان رسالت حسینؑ کے دہن میں دی۔ جب یہ عمل نبی معصوم کی سنت ہے تو پھر ہر نانا کو چاہیے کہ وہ نواسے کے منہ میں زبان دے لیکن ڈاکٹر اور ماں اس عمل سے نانا کو روک دیں گے اور کہیں گے بچہ تو معصوم ہے آپ کیا کرتے ہیں آپکے سارے جراثیم اس میں منتقل ہو جائیں گے بچے کی صحت پر بُرا اثر ہوگا۔ یہ تو طے ہے کہ زبان دینے سے جو کچھ سینے میں ہوگا۔ وہ بچے کے سینے میں منتقل ہو جائے گا جن کے سینے میں جراثیم ہیں انہیں روکو۔ جن کا سینہ گنجینہ علوم الٰہی ہے جن کے سینے کی قسمیں قرآن نے کھائیں۔

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ

حبیبؐ کیا ہم نے تیرے سینے کو گنجینہ علوم الٰہی نہیں بنا دیا؟

رسولؐ نے اپنی زبان دہن امام حسنؑ میں دی۔ رسولؑ کی زبان کو ماں کے دودھ کی طرح چوس کر لوح محفوظ کی تحریریں پڑھنا شروع کیں (یا علیؑ، یا علیؑ، یا علیؑ)

یہ جو دشمنی آل محمدؐ میں صفحے اپنے مقدر کی طرح کالے کرنے والا تعصب زدہ جھوٹا ترین مورخ لکھتا ہے کہ امام حسنؑ نے امیر شام سے صلح کر لی تھی، غلط ہے امام نے امیر شام سے صلح نہیں کی بلکہ معاہدہ امن کیا ہے مفکر پاکستان حضرت علامہ اقبالؒ نے امام حسنؑ کی

تعریف و توصیف لکھتے ہوئے یہ نہیں لکھا کہ امام حسنؑ نے امیر شام سے صلح کرلی۔ نہیں بلکہ

آں یکے شمعِ شبستانِ حرم

حافظِ جمعیتِ خیرُ الامم

خانہ خدا کا وہ چراغ حسنؑ جو محافظ ہے اتحاد و امن ملت مسلمہ کا۔۔۔!

تا نشیند ، آتشِ پیکار و کیں

پشتِ پازد بر سرِ تاج و نگیں

(اسرار و رموز ص نمبر ۱۷۷)

وہ حسنؑ جس نے جنگ و جدل کی آگ کو بھڑ کنے نہیں دیا۔ اور جس نے شام کے تخت و تاج کو اپنے پاؤں کی ٹھوکر پر رکھ دیا۔ (نعروں کی گونج)

جو تخت و تاج کو اپنی جوتی کی نوک پر رکھے کیا وہ صلح کرتا ہے؟ غلط، امام حسنؑ، نے صلح کی اور امام حسینؑ نے جنگ کی، حسنؑ سے صلح کی گئی اور حسینؑ سے جنگ کی گئی۔

جس سے جو کیا گیا اس امام نے ویسا ہی جواب دیا۔

صلح کے لئے White Paper امام حسنؑ نے امیر شام کے پاس نہیں بھیجا۔

بلکہ امیر شام نے کاغذ و قلم امام حسنؑ کی طرف بھیجا۔ اس پیغام کے ساتھ کہ جو شرائط چاہیں آپ لکھ دیں مجھے قبول ہوں گی شرائط غالب منواتا ہے یا مغلوب منواتا ہے؟ (بہت توجہ)

شاید پہلی شرط تحریر کرتے ہوئے مدینے کی طرف رخ کر کے میرے مولا نے اپنے نانا رسولؐ سے کہا ہوگا کہ دیکھا نانا یہ انہیں کی نسلیں ہیں جن کے بڑوں نے آپکو زندگی کے آخری لمحات میں کاغذ و قلم دینے سے انکار کر دیا تھا۔ (نعرے)

پہلی شرط یہ لکھی سرکار حسنؑ نے کہ آج سے امیر شام قرآن و سنت پر عمل کریگا۔

اور امیر شام دستخط کرتا ہے کہ میں آج وعدہ کرتا ہوں کہ میں آج سے قرآن و سنت پر عمل

کرونگا۔ تواب قیامت تک امت مسلمہ کے سامنے امام حسنؑ نے امیر شام کے کردار کو عُریاں کر کے پیش کردیا کہ ہماری جنگ تخت حکومت کیلئے نہیں تھی قرآن وسنت کے لئے تھی اگر وہ پہلے سے قرآن وسنت پر عمل کررہا ہوتا تو اس شرط پر اعتراض کرتا۔ کہ میں پہلے سے قرآن وسنت پر چل رہا ہوں۔ تو کیا خیال ہے ملت کا جو قرآن وسنت کا باغی ہو شریعت اسلام میں اسکا کیا مقام ہے ؟(نعرہ حیدری) یہ ہے بصیرت امامت۔

دوسری شرط یہ لکھی کہ آج سے امیر شام اس بات کا عہد کرتا ہے کہ آج سے مملکت اسلامیہ میں علیؑ ابن ابی طالبؑ کی کسی منبر یا محراب و دربار سے گستاخی نہیں کی جائیگی۔ وہ دستخط کر کے وعدہ کرتا ہے کہ میں آج سے امیر المومنین کی توہین نہیں کروں گا۔ کیا خیال ہے ملت اسلامیہ کا کہ اگر امیر شام امیر المومنینؑ کی توہین نہیں کررہا تھا اور نہ ہی کروا رہا تھا تو اسے یہ شرط منسوخ کردینا چاہیے تھی کہ یہ کیسی شرط ہے میں تو علیؑ کا احترام کرتا ہوں امیر شام دستخط کرتا ہے کہ میں آج سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں علیؑ کی شان میں گستاخی نہیں کرونگا میں اپنے خریدے گئے مولویوں اور مفتیوں کے فتوے واپس لے لونگا۔ تو ذہن میں رکھئیے یہ بات' غیرت دار بیٹا ہو امام حسنؑ جیسا امام حسنؑ نے صلح نہیں کی تھی بلکہ تاج و تخت کو ٹھکرا کر کہا جا اگر تو وعدہ کرتا ہے کہ تو میرے باپ علیؑ کی شان میں گستاخی نہیں کریگا تو لے جا یہ تخت حکومت میرے باپ کی عزت کا صدقہ ہے (نعرہ حیدری) مولا سلامت رکھے یا علیؑ مدد کہنے والوں کو!

اس معاہدہ امن کے بعد امیر شام مدینے میں آیا ضمیر کی خریداری کیلئے (توجہ) مسجد نبوی میں بیٹھ کر مسلمانوں کے ضمیر خریدنا شروع کیے درھم و دینار کی تھیلیاں دیتا رہا مدینے والوں میں سونا چاندی تقسیم کرتا رہا۔ جب شام ہو گئی سورج ڈھلنے لگا تو سرکار حسنؑ مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ امیر شام اور اس کے حواری تعظیم حسنؑ کے لئے عظمت و جلال پیغمبرؐ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اگرچہ دل میں احترام و تعظیم نہیں تھا ہیبت و جلال حسنؑ کی وجہ

سے مجبوراً کھڑے ہو کر تعظیم کی۔ امام حسنؑ بیٹھے کچھ دیر کے لئے گفتگو فرمائی۔ امیر شام طنزاً کہتا ہے سب سے آخیر میں آپ تشریف لائے۔ آپ سمجھے ہوں گے کہ میں صبح سے لوگوں میں سونا چاندی تقسیم کر رہا ہوں۔ سب ختم ہو جائیگا اور میرے پاس آپ کو نذر کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں ہو گا۔ ادھر فرزند رسولؐ ہیں امام حسنؑ نے اس لاف گوئی کا کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ نے شرعی ہدایات دیں ادھر امیر شام نے اپنے نوکر کو بلایا اور کہا کہ تو نے صبح سے شام تک جتنا سونا چاندی زر و جواہرات مدینہ کے انیس سو لوگوں میں تقسیم کیا ہے اس کا دس گنا کر کے امام حسنؑ کے قدموں میں ڈھیر کر دے۔ نوکر نے تعمیل حکم کی۔

کثیر تعداد میں سونا لا کر امام کے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔ امیر شام امام سے مخاطب ہوا۔ ابن رسولؐ اللہ میرا سونا، چاندی، مال و دولت ختم نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ میں ہندہ کا بیٹا ہوں۔ امام نے کوئی جواب نہیں دیا تھوڑی دیر گفتگو کرنے کے بعد اُٹھے سونا چاندی وہیں پڑا رہنے دیا۔

ایک غلام نے آگے بڑھکر امام کے نعلین سیدھے کئے ادھر نعلین امیر شام کے غلام نے آپؑ کو پہنائی۔ آپؑ نے امیر شام کے غلام کو فرمایا اس صلے میں کہ تو نے میرے جوتے سیدھے کئے ہیں۔ یہ تمام کا تمام سونا جو میرے قدموں میں پڑا ہے جا تو لے جا، یہ انعام ہے تیرا کہ تو نے دشمن کے دربار میں میری جوتی سیدھی کی ہے جب غلام تمام سونا چاندی اونٹوں پر لاد کر چلنے لگا تو امیر شام کی بے چینی بڑھنے لگی۔ آگے بڑھ کر عرض کی مولا آپ نے دیکھا نہیں کتنا سونا ہے پہلے دیکھ لیں پھر فیصلہ کیجئے۔ امیر حسن نے مسکرا کر امیر شام کو دیکھا اور فرمایا۔ اے امیر شام یاد رکھ میں فاطمہؑ کا بیٹا ہوں۔ (اشک بار آنکھوں سے مومنین کے نعروں کی صدائیں) آج رسول اللہؐ کا ماتم کرنے آئے ہونا،

عزادارو۔۔۔۔۔۔۔۔۔سرکار حسنؑ کا ماتم کرنے آئے ہونا۔۔۔۔۔۔

تمہیں پتہ ہے نا کہ ایک فاطمہؑ ہے دو غم ہیں۔ ایک فاطمہؑ کو بابا کا غم، کس طرح

پُرسہ لو گی بی بی۔۔۔۔۔ اپنے اس باپ کا کہ جن کے بعد تین مہینے کے اندر فاطمہؑ پہ اتنے مصائب پڑے کہ سر کے بال سفید ہو گئے۔

بی بی زینبؑ کہتی ہیں جب میری ماں حق لینے دربار میں گئی۔ میری ماں کی عمر اٹھارہ برس تھی بالوں کا رنگ سیاہ تھا لیکن جب دربار میں چار گھنٹے کھڑے رہنے کے بعد رسولؐ کی بیٹی محروم واپس آئی۔ تو میری ماں کے بالوں میں فضہ کے بالوں کی طرح چاندی آگئی تھی۔

مسلمانوں کے دربار میں رسولؐ کی بتولؑ بیٹی کھڑی رہی اور جب بتولؑ کے پیروں پر کھڑے کھڑے ورم آنا شروع ہوا تو ورمائے ہوئے پیروں کو دیکھ کر شرمائے ہوئے لہجے میں ایک مرتبہ گھر کے نوکر سلمانؑ سے کہتی ہے پچا سلمانؑ حاکم سے کہہ دے میرے مقدمے کا فیصلہ جلدی کرے میں اتنی دیر کھڑے رہنے کی عادی نہیں ہوں۔ جب سلمانؑ نے یہ بات حاکم سے کہی تو تخت پہ بیٹھے ہوئے مسلمانوں نے کہا سلمانؑ اپنی شہزادی سے کہہ دے۔اب یہ منبر تیرے باپ کا نہیں ہے (گریہ وماتم کی آوازیں)

ہم سے پوچھتے ہو ہمارا فقہ کب بنا تو سنو ہمارا فقہ تو مسلمانوں سے اس دن سے ہی علیحدہ ہو گیا تھا جب نبیؐ کی بیٹی مسلمانوں کے دربار سے خالی ہاتھ واپس گئی تھی۔

میرے مولا حسنؑ۔۔۔۔۔۔ تیرے عزادار آئے ہیں۔

میرا مولا صبح سے روزے سے ہے' عزادارو! مغرب کی اذان ہوئی۔ میرے مولا نے نماز پڑھی۔ نماز پڑھنے کے بعد روزہ کھولنے کے لئے پانی طلب کیا۔ **جعدہ** بنت اشعث ملعونہ جو ایک بڑے صحابی کی بھتیجی ہے جس نے یزید سے شادی کے لالچ میں (اب میں تاریخ پڑھ رہا ہوں) پانی میں زہر ملایا۔ حسنؑ نے ایک گھونٹ پانی کا پیا۔ دوسرا ہاتھ کلیجے پر رکھ کر کہا زینبؑ زینبؑ۔۔۔ بہن جلدی آ میرا کلیجہ کٹ گیا۔ بی بی دوڑی دوڑی آئی ہاتھوں میں لگن تھا جیسے ہی بھائی کے دہن سے لگایا بھائی نے کلیجے کے ٹکڑے لگن میں اگلنا شروع کئے۔ ہائے زینبؑ کا

مقدر، بڑے بھائی کا کلیجہ کٹتے ہوئے دیکھا۔ چھوٹے بھائی کو ستر قدم کے فاصلے پر ضربیں کھاتے دیکھا۔۔۔۔۔۔۔۔

عزادارو ! تم نے کوئی غریب جنازہ ایسا بھی دیکھا ہے جو گھر سے قبرستان گیا ہو اور دفن ہوئے بغیر واپس آگیا ہو۔ یہ حسنؑ غریب کا جنازہ ہے جیسے ہی زینبؑ و کلثومؑ نے سجا کر روضہ رسولؐ کی طرف بھیجا، مسلمانوں نے تیر چلائے۔

ادھر مسلمانوں نے تیروں سے حسنؑ کے جنازے کا استقبال کیا عباسؑ کو جلال آیا آواز دی بیٹا علی اکبرؑ ذرا حسنؑ کا جنازہ سنبھالو میں ابھی آیا۔ عباسؑ دوڑے دوڑے گھر آئے دیوار سے لٹکی ہوئی تلوار اُتاری۔ تیزی سے دوڑے زینبؑ نے راستہ روک کر کہا میں نے تو تجھے بھائی کا جنازہ دے کر بھیجا تھا یہ تلوار لے کر کہاں جا رہا ہے۔

عباسؑ کے ہاتھ زینبؑ کے قدموں پر آئے اور کہا شہزادی آج نہ روک کل جب کہے گی رک جاؤنگا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہائے عباسؑ۔

اِدھر عباس بپھرے ہوئے شیر کی طرح جنازے کی طرف دوڑے اُدھر حسینؑ نے اپنے غازی کے تیور دیکھ کر کہا عباسؑ تجھے میرے سر کی قسم تلوار نہ چلانا میں مدینے کو کربلا نہیں بنانا چاہتا۔۔۔۔۔۔

عزادارو۔۔۔۔۔۔ کفن تو سفید ہوتا ہے نا۔۔۔۔ اب جو اٹھارہ جوانانِ بنی ہاشم نے دیکھا امت کے استقبال کی وجہ سے کفن سرخ ہو گیا تھا حسینؑ نے کہا پہلے گھر لے چلو جنازے سے تیر نکالیں۔ جیسے ہی حسنؑ کا جنازہ زینبؑ کے گھر واپس آیا۔ زینبؑ نے سر پیٹ کر کہا بھیا حسینؑ میں نے تو بھائی کو سفید کفن پہنایا تھا یہ سرخ کیسے ہو گیا؟

جیسے ہی بھائیوں نے حسنؑ کا جنازہ صحنِ فاطمہؑ میں رکھا۔ فاطمہؑ کی دونوں بیٹیاں زینبؑ و کلثومؑ جنازے سے تیر نکالنے لگیں۔ اِدھر تیر نکل رہے تھے اُدھر قاسمؑ کی ماں امّ فروہ بال بکھرائے اپنے وارث کی بے کسی کو دیکھ رہی تھی اڑھائی برس کے قاسمؑ کو بی بی اُمِّ فروہؑ

روتے ہوئے کہتی ہیں قاسمؑ کاش تو آج جوان ہوتا تو تیرے باپ کا لاشہ اس بے کسی سے واپس نہ آتا۔ کم سن قاسمؑ کہتے ہیں اماں جوان تو ہو لینے دو بابا کا لاشہ تو واپس آگیا۔ جب تو مانو گی میری لاش کے ٹکرے چچا حسینؑ گٹھڑی میں باندھ کر لائیں گے۔

*

جاتی ہوئی صدی مجھے اور مجھ جیسے ہزاروں دوستوں کو نہ بھولنے والے صدمے دے گئی ہے شہید محسن نقوی ہم سے بچھڑے تو زخمی دل اور شکستہ روح کو ڈھارس دینے کے لئے علامہ عرفان حیدر عابدی کا وجودِ مقدس موجود تھا علامہ صاحب شہید محسن نقوی کے بعد چھپے ہوئے لفظوں میں جب اپنی موت کا تذکرہ کرتے تو ہم کہتے قبلہ محسن نقوی کے بعد ہمارے صرف آپ ہی تو ہیں تو علامہ صاحب جواب دیتے کہ میں تو یہ بھی کسی سے نہیں کہہ سکتا۔ علامہ صاحب آج ہم بھی یہ بات کسی سے نہیں کہہ سکتے۔

مولانا مرزا شفیق حسین شفق (لکھنؤ)

سلام

ٹھکرا کے تخت چل دیئے اس بانکپن کے ساتھ
شاہی لپٹتی رہ گئی پائے حسنؑ کے ساتھ

لوگو! امیرِ شام کُجا اور حسنؑ کُجاء
بُت کا مقابلہ نہ کرو بُت شکن کے ساتھ

وہ ہاتھ اور بیعتِ فاسق کریں غلط
کھیلیں جو ہاتھ زلفِ رسولؐ زمن کے ساتھ

صُلح نہ تھی معاہدۂ امن تھا فقط
ربِ اصول صلح کرے اہرمن کے ساتھ

یہ فاطمہؑ کے راج دُلارے سے پوچھئے
اسلام زندہ رہتا ہے کس کس جتن کے ساتھ

امت نے خوب اجرِ رسالت ادا کیا
باندھے گئے تھے بارہ گلے اک رسن کے ساتھ

سجادؑ بولے کیسے سکینہؑ کو غسل دوں
چپکا ہوا ہے خوں بھرا کرتا بدن کے ساتھ

عرفان در بدر کا بھکاری وہ کیوں بنے
منسوب ہوگیا جو درِ پنجتن کے ساتھ

*

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عدل واحسان

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ

اسلام کی آفاقیت اور ہمہ گیریت کا نقطۂ معراج یہ ہے کہ جو اسلام کو تمام مذاہبِ عالم پر ممتاز کرتا ہے برتری عطا کرتا ہے وہ یہ کہ اسلام عدل پر ہی گفتگو نہیں کرتا بلکہ احسان پر بھی متوجہ کرتا ہے کمال آدمیت، کمال انسانیت عدل، عدل کا تقاضہ ' عدل کا مطالبہ، پروردگار عالم نے انسان سے کیا اور یہ کہہ کر کہ

" اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی "

عدل کیا کرو اس لئے کہ عدل تقویٰ سے قریب ہے۔

انسان کو پروردگار عالم متقی دیکھنا چاہتا ہے قرآن کا مطالبہ انسان کے لئے صرف یہی نہیں ہے کہ انسان متقی بنے انسان کا کمال یہ ہے کہ وہ مسلمان بنے۔ مسلمان کی معراج یہ ہے کہ وہ مومن بنے۔ مومن کی معراج یہ ہے کہ وہ متقی بنے اور متقی کی معراج یہ ہے کہ وہ شہید بنے دوسرے مقام پر ارشاد ہوا۔

" وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ "

اور اگر تمہیں لوگوں کے درمیان حکم بنادیا جائے تو تم لوگوں کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔ اسلام کی روح عدل ہے، عدل مرکز ہے، عدل کا نتیجہ عدالت ہے عدالت کا نتیجہ عدل نہیں ہے۔ پروردگار عالم نے قرآن مجید میں اپنے اس اہم ترین حکم کو اور اس اہم ترین لفظ کو جو ہمارا موضوع ہے اپنے مشتقاق کے ساتھ ۲۹ مقامات پر ارشاد فرمایا اور ۱۳ مقام قرآن مجید میں ایسے ہیں جہاں لفظ عدل آیا اور ایک مقام ایسا ہے جہاں لفظ عدلا آیا۔ یہ چودہ مقامات ہیں جہاں عدل مسلسل ہوا۔ پروردگار عالم انسان سے عدل کا مطالبہ کرتا ہے اس لئے کہ وہ خود عین عدل ہے۔ وہ خالق عدل ہے اس کی یہ سجی ہوئی کائنات اس کا یہ آسمان کا شامیانہ

اس کا یہ زمین کا فرش آفتاب و ماہتاب کی قندیلیں، دریاؤں کی روانی، سمندروں کی جولانی، یہ پہاڑوں کی بلندی، یہ موسموں کے تغیرات، یہ بلبلوں کا چہکنا، یہ ہدایتوں کا تسلسل، یہ کتابوں کا تواتر یہ دھوپ یہ روشنی یہ چراغ یہ توریت یہ انجیل یہ زبور یہ قرآن یہ ابراہیمی صحیفے ان کی تعداد بھی 110 بنتی ہے ہدایت کا ہر سلسلہ جا کر علیؑ تک پہنچتا ہے (نعرہ حیدری) یہ سب عدل کی منزل ہے عدل کا پیغام ہے اللہ نے انسانی عظمت کی خاطر یہ تمام اہتمام کئے کہ یہ چاند تمہارے لئے مٹھاس دے گا۔ یہ سورج تمہارے لئے توانائی دے گا۔ یہ پہاڑ تمہارے لئے یہ زمین کو ہچکولے نہیں کھانے دیں گے تمہارے سکون کی خاطر۔ یہ سمندر تمہارے لئے' یہ موسم کے تغیرات تمہارے لئے' یہ ہادی تمہارے لئے یہ رہبر تمہارے لئے تاکہ ہم سے نہ کہنا کہ ہم نے تمہاری ہدایت کا بندوبست نہیں کیا۔ ہم نے تقاضائے عدل پورا کر دیا اب تم اپنی شرافت کا مظاہرہ کرو۔

پروردگار عالم جو ساری کائنات کا خالق ہے ذرے ذرے کا خالق ہے ساری مخلوقات کا مالک ہے۔ اتنا بے نیاز خالق ہے کہ اپنی کسی تخلیق پر نہ کبھی ناز فرمایا نہ ضمانت دی ایک انسان اسے کتنا عزیز ہے کہ جس کیلئے اس نے "والتین" کی قسم "والزیتون" کی قسم۔ مقام فکر اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا۔ کہ اللہ نے انسان کو میزان اعتدال پر پیدا کیا یہ قسمیں اس ذات نے کھائیں جو قسم کھانے کا محتاج نہیں ہے تمام علماء کرام متفق ہیں کہ اللہ نے جب بھی قسم کھائی عیب دار کی قسم نہیں کھائی جہاں بھی قسم کھائی بے عیب شے کی قسم کھائی" والتین" کی قسم کھائی "والزیتون" کی قسم کھائی طور سینا کی قسم کھائی یعنی پہاڑ بھی کوئی قسم کھانے کی چیز ہے۔ لیکن طور سینا نے کلیمؑ کے قدموں کا بوسہ لیا تھا تو تسلیم کرنا پڑا کہ کسی کی ذاتی عزت نہیں ہے۔ معصوم کی نسبت پتھروں کو بھی بے عیب بنا دیتی ہے (نعرہ حیدری، درود) طور سینا کے بعد بلد الامین کی قسم کھائی۔ شہر مکہ کی قسم کھائی جو پورا کا پورا شہر

امین ہے حالانکہ جب یہ سورۃ نازل ہو رہی ہے اس وقت سارا شہر بت پرستوں سے گھرا ہوا ہے۔ اس مکے میں ابو جہل بھی ہے ابو لہب بھی ہے عتبہ بھی ہے، شیبہ بھی 'بت پرست بھی ہیں، بت فروش بھی ہیں، قاتل بھی ہیں، ظالم بھی ہیں، لٹیرے بھی ہیں، وحشی بھی کافر بھی ہیں مشرک بھی ہیں لیکن اللہ پورے شہر کو شہر امین قرار دے رہا ہے۔ اور اس سے آگے چل کر اسکی وجہ بھی بیان کر رہا ہے کہ میرے حبیبؐ ہم کبھی قسم نہ کھاتے اس شہر مکہ کی مگر کیا کریں میرے حبیبؐ تو جو اس شہر میں رہتا ہے (پر جوش نعرے) اور بات یہیں نہیں رکی ذہن میں رہے کہ قسمیں بے عیب کی کھائی جاتی ہیں عیب دار کی نہیں کھائی جاتی۔ اس لئے کہ قسم کھانے والا بے عیب ہے سبحان ہے اس شہر میں تو چلتا پھرتا ہے اور تنہا تو نہیں۔ ایک بیٹا اس میں رہتا ہے۔ ایک باپ اس میں رہتا ہے۔

عزیزان محترم! تدبر یہ ہے کہ یہاں رک کر غور کیا جائے کہ شہر مکہ شہر امین قرار دیا۔ ان تین باتوں پر ایک توذات ختمی مرتبتؐ ایک والد اس میں رہتا ہے ایک اس والد کا بیٹا رہتا ہے تفہیم قرآن یہ ہے تدبر قرآن یہ ہے غور کرو جس دور میں یہ سورۃ بلد نازل ہو رہی تھی اسی دور میں وہ کون والد تھا وہ کون بیٹا تھا کہ جس کی وجہ سے یہ سارا شہر امین قرار پایا۔ پوری دیانتداری سے امت مسلمہ کو پیغام دے رہے ہیں اس دور میں جب یہ سورۃ نازل ہوئی جو باپ اور بیٹے مشہور تھے وہ صرف تین تھے۔

ایک ابو جہل اور اسکا بیٹا

ایک ابو لہب اور اسکا بیٹا

ایک ابو طالبؑ اور اسکا بیٹا (نعرہ حیدری)

قسمیں کھا کر اعلان کیا کہ ہم نے اعلیٰ ترین پیمانے پر انسان کو پیدا کیا۔ پروردگار کو انسان سے زیادہ پیارا کوئی نہیں ہے عزت ہے انسان کی احترام ہے انسان کا۔ نعمتیں انسان کیلئے رحمتیں انسان کیلئے، روشنی انسان کیلئے، پرودگار عالم کو اپنے ارادے کے تحت یہ انسان اتنا

عزیز ہے کہ منزل اول پر اپنے بہت بڑے عبادت گزار کو صرف اس لئے راندہ درگاہ کیا کہ اس نے اسکے بنائے ہوئے انسان کو حقارت کی نظر سے دیکھا اسے سجدہ نہیں کیا تھا پالنے والے اس نے کروڑوں سجدے کئے ایک نہیں کیا، اسے معاف کردے ؟ میں یہاں ضرور معاف کردیتا لیکن یہ سجدہ میرے لئے نہیں تھا۔ یہ سجدہ تعظیمی تھا جسے میں نے اپنا نائب بنایا ہے۔(نعرہ تکبیر ،نعرہ رسالت ،نعرہ حیدری ،صلواۃ)

پالنے والے اگر یہ تیرے بنائے ہوئے کو سجدہ نہیں کررہا تو تو رحمان ہے رحیم ہے ایک دفعہ معاف کردے اب بھی درگزر سے کام لے تو ارشاد خداوندی ہوا اگر اس منزل پر ابلیس کو معاف کردیا جاتا تو قیامت تک میرے نائبوں سے بغاوت کرنے والے سرکش حکمران یہ رواج سمجھ لیتے۔(پرجوش نعرے)

اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا آدمؑ کو سجدہ کرنے سے جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے تخلیق کیا جواب میں اس نے یہی کہا کہ پالنے والے تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اسے مٹی سے بنایا ہے آگ افضل ہے مٹی مفضول ہے۔پالنے والے تو افضل کو مفضول کے سامنے جھکا رہا ہے ابلیس اسلئے تو راندہ درگاہ ہوگیا کہ توحید کا تو قائل تھا لیکن عدل کا انکار کردیا۔ عدل الٰہی کا انکار کر بیٹھا تھا۔عدل کا پہلا منکر آج تک نہیں بخشا گیا۔(یا علیؑ یا علیؑ یا علیؑ)

افضل شے عدل ہے ۔جس طرح اسلام کا اصول ہے کہ اسلام نام ہے اللہ کی واحدانیت اور محمدؐ کی رسالت کے اقرار کا لیکن قرآن مسلمان سے صرف مسلمان رہنے کا مطالبہ نہیں کرتا۔ قرآن مسلمانوں کو صاحب ایمان دیکھتا ہے مومن دیکھنا چاہتا ہے جو خطاب کیا گیا ہے قرآن مجید میں صاحبان ایمان سے کہا گیا ہے کہ بقول صاحب صواعق محرقہ جہاں بھی 300 آیات میں یاایھاالذین امنو آیا ہے اسکی سر تاج صرف علیؑ کی ذات ہے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ عدل کی تلاش کرو اصولِ عدل، قرآن سے عدل لو قرآن عدل ہے عدل کی کتاب۔ قرآن پھیلے تو 114 سورتوں میں تبدیل ہوجائے اگر سمٹے تو نقطہِ بائے بسم اللہ

میں سمٹ جائے۔(نعرے)

یہ اسلام کا آفاقی پیغام ہے اللہ کے نزدیک کوئی دین ہے ہی نہیں اسلام کے علاوہ اور اسلام عدل کا پیغام دیتا ہے عدل بھی احسان کے ساتھ دوست تو دوست ہے دشمنوں سے بھی، قاتلوں سے بھی عدل کرو، اس انداز سے کہ احسان کی جھلک سامنے آئے۔ حالانکہ یہ انگریزوں کا قول ہے کہ جنگ میں سب جائز ہے نہیں اسلام نے جنگ میں بھی اصول عدل کو توڑنے کی اجازت نہیں دی۔ پیغمبر اسلامؐ جب بھی مولا علیؑ کو علم دیتے تھے تو یہی فرماتے تھے کہ بھاگتے ہوئے کا پیچھا نہ کرنا حملے میں پہل نہ کرنا۔ پہلے کلمے کی دعوت دینا۔ مولا علیؑ کا یہی وطیرہ تھا پہلے اسلام کی دعوت دیتے پھر کہتے حملے میں پہل کر کیونکہ ہم حملے میں پہل نہیں کرتے اسلئے کہ ہم ابو طالبؑ کے بیٹے ہیں اور حملے میں پہل اسلئے نہیں کر رہے کہ عدل کے خلاف ہو جائے گا اور اسلئے بھی حملہ نہیں کر رہے کہ علیؑ کے حملے کے بعد تیرے دل میں حسرت باقی رہ جائیگی (نعرے) عدل وہ ہے جسکی دشمن گواہی دیں یہ تو سب نے بیان کیا کہ مرحب کو دو ٹکرے کیا ابو طالبؑ کے بیٹے نے لیکن جب مرحب کی بہن نے عدالت الٰہی کی گواہی دی جب مرحب کی لاش پر آئی ہے کہتی ہے تجھے بہت روتی اگر تجھے علیؑ جیسا کریم اور عادل قتل نہ کرتا۔

مسلمانانِ عالم فخر کریں اپنے مولا و آقا پر جو تاریخ آدمؑ و عالم کا پہلا اور آخری انسان ہے جس نے پورے عالم اسلام کو عالمِ انسانیت کو یہ پیغام دیا کہ اگر ہمارے لئے مسند عدالت بچھادی جائے تو ہم اہل توریت کو توریت سے جواب دیں گے، اہل انجیل کو انجیل سے جواب دیں گے، اہل زبور کو زبور سے جواب دیں گے، اہل قرآن کو قرآن سے جواب دیں گے، کہ ہر کتاب گواہی دے گی کہ عدل ہوا ہے تو عزیزان محترم! یہ ہے اسلام کی روح عدل، علیؑ نے یہ نہیں کہا کہ میں توریت والوں پر انجیل نافذ کرونگا۔ انجیل والوں پر زبور نافذ کرونگا یہ ہے خلاف عدل، یہ جو آج ساری کائنات میں قتل وغارت گری ہے انسانیت میں بے چینیاں ہیں یہ

جو پوری بشریت پریشانی کے عالم میں ہے یہ جو دنیا کے بڑے بڑے ادارے امن کے علمبر دار بنے ہوئے ہیں ہم دعوت دیتے ہیں کہ اسلام کے پیغامِ عدل کو قبول کرلو اور جب عدل کی میزان پر آجاؤ گے تو پھر نہ کالا کالا رہیگا نہ گورا گورا رہیگا۔ پھر عدل ہوگا عدل سنائی نہ دے بلکہ دکھائی دے اور تاریخ کو دکھایا اس رسولؐ نے جو وجہ تخلیقِ کائنات ہے۔

جو تخلیقِ اول ہے جو حسنِ اول ہے ختم الرُّسل ہے مولائے کُل ہے جو دانا ہے جو بشیر ہے نذیر ہے جو سلطان حقیقی ہے جو مسند عدالت کا بادشاہ ہے "یٰسین وطٰہٰ" ہے جو محمد مصطفیؐ ہے مسند عدالت الٰہیہ پر جلوہ گر ہے' آمنہ کا چاند پروردہ آغوش ابو طالبؑ ہے' یتیم عبداللہ' ذریت ابراہیمؑ' نسل اسماعیلؑ وہ نور ازل ہے ، مسند عدالت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ مکہ فتح ہو چکا ہے قاتل سامنے ، لُٹیرے سامنے ، راہوں میں کانٹے بچھانے والے سامنے ، سب قیدیوں کی طرح دست بستہ کھڑے ہوئے ہیں دربار سجا ہوا ہے آج ساری دنیا کی ساری قوتیں ناک رگڑ رہی ہیں میرے پیغمبرؐ کے قدموں پر! سارے مجرم لرز رہے ہیں دیکھو عدالت انسانیہ کا عظیم مظاہرہ' کھڑے ہیں سب کے سب اتنے بڑے مجرم کے جنہوں نے قتل بھی کیا۔ اور نہ صرف قتل کیا لاش کی بے حرمتی بھی کی گئی اور پیغمبر اسلامؐ سارے قاتلوں کو دیکھ رہے ہیں قرآن اجازت بھی دیتا ہے کہ قتل کا بدلہ قتل' ناک کا بدلہ ناک' کان کا بدلہ کان' عدل کا تقاضہ تو یہی ہے نا کہ سب کو قتل کر دیا جائے لیکن نہیں کیونکہ اللہ نے کہا تھا عدل کرو احسان کے ساتھ۔ بتاؤ آج تم لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ ظاہر ہے انہوں نے اپنی بہیمیت میں کہا جو کچھ ہم نے کیا تھا وہی کچھ آپ کریں گے ظاہر ہے جاہل بھی تھے کافر بھی تھے اس لئے رسولؐ کو اپنے جیسا سمجھتے تھے یہاں رحمتہ اللعالمینؐ نے کہا بس یہی تو ہے تمہارے اور میرے میں فرق کہ تم تم ہو اور میں میں ہوں۔ حالانکہ تم نے میرے چچا حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبایا تم نے میرے مخلص صحابہ کو قتل کیا۔ اس کے باوجود بھی توقع کر رہے ہو کہ میں تمہیں قتل کرونگا۔ جاؤ آج کے دن تم سب کے سب آزاد ہو۔ تم سے کوئی باز پرس نہیں کی

جائیگی۔ یہ عدل احسان کے ساتھ عدل کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ عدل صرف یہ نہیں کہ انصاف کیا جائے اس لئے کہ ہر شے اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے عدل کی ضد کفر ہے عدل اس طرح سے تو ابھر کے سامنے آئے کہ دشمن پیچھے ہٹتا ہے۔ کہا علیؑ یہ تو کوئی کمال نہیں میں نہتا ہوں آپ کے ہاتھ میں تلوار ہے علیؑ نے اپنی ذوالفقار زمین پر رکھ دی کہا یہ لو یہ اٹھالو۔ اب جو وہ تلوار اُٹھانے کیلئے جُھکا۔ انگلی سے اٹھانا چاہا۔ علیؑ کی تلوار نے جھٹکا دیا کافر کو علیؑ کے قدموں پر گرا دیا دونوں ہاتھوں سے تلوار اٹھانی چاہی۔ تلوار نہیں اٹھ سکی۔ کافر پیچھے ہٹا اور کہا یا علیؑ آپ تو انگلیوں سے تلوار (ذالفقار) چلاتے ہیں مجھ سے تو اُٹھ بھی نہیں رہی ہے میں قربان نہ ہو جاؤں مولاؑ کے اس جملے پر یہاں میرے مولا نے تاریخ کا سب سے بڑا جملہ کہا کافر میں نے تجھے اپنی تلوار دی تھی بازو نہیں دیا تھا۔ (پرجوش نعرے) **بہیمیت** کا آغاز ہوا کفر کی طرف سے ظلم کا آغاز ہوا کفر کی طرف سے۔ اگر تاریخِ عدل و ظلم ایک جملے میں زمانہ سمجھنا چاہتا ہے تو ہندہ سے لیکر یزید تک ایک سلسلہ، حمزہؓ سے لیکر علی اکبرؑ تک ایک سلسلہ کلیجہ وہاں بھی ہے کلیجہ یہاں بھی ہے نہ کلیجہ چبانے والے بدلے نے کلیجے پر برچھی کھانے والے بدلے صرف چہرے بدلتے رہے جو برچھی مارنے آیا وہ ہندہ کا وارث تھا جو برچھی کھانے آیا وہ حمزہؓ کا وارث تھا کربلا سمجھو، کربلا لکھو، کربلا پڑھو، کربلا سوچو جیسے جیسے قیام عدل کی ضرورت دنیا محسوس کرتی جائیگی ویسے ویسے کربلا کی ضرورت میں شدت آتی جائیگی دنیا ظلم سے سمٹ رہی ہے کربلا عدل سے پھیل رہی ہے ایک ایک لمحہ آپ حسینؑ کی زندگی کا سمجھیں 28 رجب 60ھ کو مدینہ چھوڑا نانا کی قبر پر آئے نانا کی قبر پر آکے ایک جملہ کہا نانا ہجرت آپؐ نے بھی کی قیام عدل کیلئے، ہجرت میں بھی کر رہا ہوں۔ بقائے عدل کیلئے۔ آپؐ نے قیام عدل کیلئے ہجرت کی تھی آپ واپس تشریف لے آئے میں بقائے عدل کیلئے ہجرت کر رہا ہوں عدل آجائیگا میں واپس نہیں آؤنگا۔ نانا۔۔۔۔۔۔۔ جنگل میں دل کے ٹکڑوں کی بستی بسائے گا

نانا، حسینؑ اب نہ مدینے میں آئے گا

نانا۔۔۔۔ میں رہوں یا نہ رہوں تیرا دین رہیگا' نانا تیرے دین پر میرا اکبرؑ قربان۔۔۔۔

کون اکبرؑ' جسے شام کے بازار میں ایک عیسائی عورت نے دیکھ کر کہا کہ اے چودھویں رات کے چاند کاش تیرے مرنے سے پہلے تیری ماں مر گئی ہو۔ اونٹ پر بیٹھی ہوئی لیلہ کی آواز آئی اے ضیعفہ میرا اکبرؑ مر گیا اور ماں رسن بستہ تازیانے کھاتی بازاروں میں' درباروں میں اجر رسالتؐ وصول کر رہی ہے۔

آپ جانتے ہیں علمائے مقاتل نے متفقہ طور پر لکھا کہ گھوڑے سے جو بھی شہید زخمی ہو کر گرا اور اس نے گرتے ہوئے حسینؑ کو آواز دی۔ حسینؑ شہید کے لاشے پر کبھی پیدل چل کر گئے کبھی گھوڑے پر گئے لیکن جب اکبرؑ نے پکارا' حسینؑ زمین سے اٹھے، اُٹھ کر گرے گر کر اٹھے لڑکھڑائے چلا نہیں گیا' حسینؑ سے جب چلا نہیں گیا تو کہنیوں کے بل چلتے ہوئے بار بار یہ فرمایا اے کائنات کے مشکل کشاء بابا مجھے راستہ نظر نہیں آرہا مجھے اکبرؑ کی لاش پر پہنچا دو۔

نعتِ ختمیِ مرتبت

جب نعتِ مصطفیؐ کا اثر بولنے لگے
پتھر بھی سامنے ہو اگر بولنے لگے

اے شہرِ علم ایسے بھی کچھ شعر ہوں عطا
جو بھی سنے وہ بارِ دگر بولنے لگے

نعتِ رسولؐ پاک کا حق یوں ادا کرو
کٹ جائے گر زباں تو نظر بولنے لگے

نعتِ نبیؐ سے گونج اٹھیں بام و دَر تمام
ذکرِ نبیؐ کے فیض سے گھر بولنے لگے

پتھر کو رزقِ نطق ملے جس کے ہاتھ سے
حیرت ہے لوگ اس کو بشر بولنے لگے

اللہ رے خوشبوئے جسدِ پاکِ مصطفیؐ
گذرے جدھر سے راہ گزر بولنے لگے

وہ چُپ رہیں تو سانس رُکے جبرئیلؑ کی
بولیں تو آیتوں میں اثر بولنے لگے

سورج انہیں سلام کرے جب یہ حکم دیں
انگلی کی جنبشوں میں قمر بولنے لگے

عرفاؔن یہ حسینؑ کے ناناؐ کا فیض ہے
ہم جیسے بے ہنر بھی اگر بولنے لگے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقصدِ بعثت

”ھُوَالَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡھُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡھِمۡ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡھِمۡ وَیُعَلِّمُھُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ“

سورۃ مبارکہ جمعہ کی دوسری آیت کی تلاوت کا شرف حاصل کیا گیا۔ سورۃ مبارکہ جمعہ قرآن مجید کا باسٹھواں (62) سورہ ہے۔ اس آیتِ وافی ہدایہ میں پروردگار عالم نے مقصد بعثتِ سرکار ختمی مرتبت کا اعلان فرمایا ہے قرآن مجید میں متعدد ایسے مقامات ہیں کہ جہاں خداوند عالم نے اپنے معصومین کی بعثت اور ان کی غرضِ خلقت کا اعلان فرمایا ہے۔ سورۃ مبارک جمعہ کی اس آیت میں ارشاد اقدس الٰہی ہو رہا ہے۔

”ھُوَالَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡھُمۡ“

وہی ہے خدا کہ جس نے اُمیین میں ایک رسولؐ بھیجا

اُمیین میں اُمّی نہیں؟ خداوند عالم ارشاد فرمارہا ہے کہ اس نے اُمیین میں ایک رسولؐ بھیجا جو انہیں میں سے ہے اسکی ذمہ داری کیا ہے اسکا مقصد کیا ہے کہ وہ اُمیین پر آیات کی تلاوت کرتا ہے یعنی جو تلاوت کرتا ہے وہ رسولؐ ہے جن پر تلاوت کی جاتی ہے وہ اُمیین ہیں۔

”ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم“

یہ رسولؐ جو مبعوث کیا ہے ہم نے ’مبعوث کیا ہے اُمیین میں تو اب آگے جہاں تک بھی یہ آیت جائیگی اور مقاصد بعثت جہاں تک بھی آیت بیان کریگی اس سے مراد ہو گا۔ اُمیین ”عَلَیۡھِمۡ“ کی ضمیر اُمیین کی طرف ہے وہ آیات کی تلاوت کرتا ہے کن پر اُمیین پر (وَیُزَکِّیۡھِمۡ) اور ان نفوس کو پاک کرتا ہے کن کے اُمیین کے ’کون پاک کرتا ہے؟ رسولؐ ’جو پاک کرتا ہے نفوس کو وہ رسولؐ ہے جنہیں پاک کرتا ہے وہ اُمیین ہیں۔ ”یَتۡلُوۡا عَلَیۡھِمۡ اٰیٰتِہٖ“ یہ رسولؐ وہ ہے جو آیات کی تلاوت کرتا ہے اُمیین پر اور ان کے نفوس کو پاک کرتا

ہے " وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ "اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا کرتا ہے جو علم دے رہا ہے وہ رسول ہے جنہیں دے رہا ہے وہ جاہل ہیں یہ ہے مقصد بعثت سرکار ختمی مرتبت کا۔

عزیزان محترم مسئلہ صرف یہ ہے کہ یہ مسئلہ پوری بشریت کا مسئلہ ہے پوری انسانیت کا مسئلہ ہے پوری آدمیت کا مسئلہ ہے یہ پروردگار عالم کی رحمت ہے کہ اس نے انسان بنانے سے پہلے ہادی بنائے۔ یہ اس کا عدل بھی ہے اس کا کرم بھی ہے اس کی رحمت بھی ہے کہ اس نے انسانوں کو بعد میں پیدا کیا۔ ہادی کو پہلے پیدا کیا تاکہ اس کائنات کا پہلا انسان بھی محروم ہدایت نہ رہے اگر ایسا ہوتا کہ آدمی پہلے پیدا کئے جاتے ہادی بعد میں بھیجا جاتا تو جتنے عرصے بعد آدمیوں کے درمیان ہادی الٰہی آتا۔ تو اتنے عرصے کے لئے ہادی کی غیر حاضری کی ساری ذمہ داری دامنِ عدلِ الٰہی پر آجاتی اور گمراہ ہو جانے والا، بے ساختہ یہ کہہ سکتا تھا۔ کہ پروردگار میں ہدایت کیسے پاتا۔ تو نے میرے لئے کسی ہادی کا انتظام ہی نہیں کیا تھا۔ اس لئے مشیت نے حجت تمام کر دی کہ ہم پہلے آدمی سے پہلے، پہلا ہادی مقرر کریں گے تاکہ اس زمین پر جب وہ آئے تو پہلا انسان بھی محتاج ہدایت نہ رہے۔ محروم ہدایت نہ رہے اور عزیزان محترم پہلا ہادی اگر سمجھ میں آگیا تو آخری ہادی بھی سمجھ میں آجائے گا۔ مسئلہ ہے پہلے ہادی کا، پہلا ہادی اگر سمجھ میں آگیا۔

" وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً "

اللہ نے کہا فرشتوں سے کہ ہم زمین پر اپنا نائب بنانے والے ہیں ہم زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والے ہیں "انی جاعل" ہم بنانے والے ہیں ہم بنانے والے ہیں زمین پر انسانوں کیلئے انسان نہیں بنائیں گے اپنے لئے (نعرہ درود) ہم بنائیں گے انسانوں کے لئے یہ پہلا ہادی اتنا معزز، یہ پہلا ہادی اتنا مکرم، یہ پہلا ہادی اتنا عظیم کہ فرشتوں کو حکم دیا کہ جب ہم اسے سنوار دیں اسے سجادیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا کہ

"فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ"

جب میں اسے سجادوں اسے سنوار دوں اور اس میں اپنی روح داخل کر دوں تو تم سب کے سب سجدے میں گر جانا۔

تو عزیزان محترم سجدہ کسے ہو رہا ہے؟ آدمؑ کو نہیں۔ مٹی کے پتلے کو نہیں۔ اس روح کو سجدہ ہو رہا ہے جو جسم آدمؑ میں داخل ہو رہی ہے سجدہ تھا اس امرِ ربّ کو اس روح کو جو جسم آدمؑ میں داخل ہوئی۔ دوستو فہم القران یہی تو ہے کہ خدا اشارہ کرے اس میں تدبر کرو۔

"سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ"

اور جب اسے سنوار دوں اور اس میں اپنی روح داخل کر دوں جہاں استعمال کیا لفظ روح، دوسرے مقام پر قرآن میں روح کے معنی بتائے۔ میرے حبیبؐ یہ تم سے سوال کرتے ہیں کہ روح کیا ہے؟ ان سے کہہ دو کہ روح میرے اللہ کا امر ہے اب آیت کو پڑھیں تو مقام عظمت ہادی سمجھ میں آجائے گا۔ سجدہ اس مٹی کے پتلے کو نہیں ہوا۔ سجدہ اس امر کو ہوا جو ہادی کو عطا کیا گیا۔ یعنی جب پروردگار عالم نے آدمؑ کو صاحب امر بنادیا۔ تو فرشتوں پر واجب ہو گیا کہ وہ اسے سجدہ تعظیمی ادا کریں۔ جس نے انکار کیا وہ ابلیس کہلایا۔ حالانکہ اللہ کا عبادت گزار تھا اللہ کو سجدہ کرنے والا تھا لیکن مشیت نے گوارا نہیں کیا کہ جو مجھے سجدہ کرے وہ میرے امر کا انکار کرے؟ (نعرہ حیدری)

پہلا ہادی مقرر ہوا۔ مسجود ملائک قرار پایا۔ خدا نے آدمؑ کو صفت کیا عطا کی' فرشتوں سے سجدہ کروایا فرشتوں کا معلم بنوایا۔ فرشتوں سے کہلوایا اقرار لیا۔

"سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا"

فرشتوں نے کہا پروردگار ہمیں تو اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں عطا کیا ہے جب فرشتے یہ کہہ چکے کہ ہمیں اتنا ہی علم ہے تو آدمؑ سے خطاب کیا۔

"یٰاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ"

اے آدمؑ یہ فرشتے نہیں جانتے، یہ اسماء تم فرشتوں کو بتاؤ آدمؑ نے پڑھایا فرشتوں نے پڑھا، آدمؑ نے بتایا فرشتوں نے سنا۔ آدمؑ معلم۔ فرشتے شاگرد۔

یہیں رُک کر ملّت کو غور کرنا چاہیے کہ یہ آدمؑ ہے جو منزل اول پر فرشتوں کو تعلیم دے رہے ہیں کیا ان تعلیم لینے والے فرشتوں میں جبریلؑ امین شامل نہیں تھے؟ ہاں ان تعلیم لینے والے فرشتوں میں جبریلؑ بھی شامل تھے تو جبریلؑ بھی آدمؑ کے شاگرد تو جو آدمؑ کی شاگردی کا شرف حاصل کرے۔ اس فرشتے پر واجب ہے کہ وہ خاتم کی غلامی کرے (نعرہ، درود)

بعثت کے مقاصد پر عزیزان محترم توجہ فرماتے جائیں پہلا ہادی اس منزلت کا آدمؑ کو منتخب کیا خود،

"اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوۡحًا وَّاٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ"

سورہ مبارک آل عمران میں ارشاد ہوا۔ ہم نے آدمؑ کو مصطفیٰ کیا اور آدمؑ کے بعد نوحؑ کو مصطفیٰ کیا۔ ابتدائے آیت میں ان دونوں انبیاء کا انتخاب انفرادی ہے آدمؑ کا انتخاب ہوا۔ نوحؑ مصطفیٰ ہوئے مگر جب آیت آگے بڑھی تو اعلان ہوا کہ اب ہم نے ابراہیمؑ کو ہی نہیں آلِ ابراہیمؑ کو بھی مصطفیٰ کیا۔ یہ ہماری سیرت ہے کہ ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی ہے بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت دی ہے آدمؑ صرف اس قابل تھے کہ انہیں مصطفیٰ قرار دیا جائے نوحؑ کا بیٹا اس قابل نہیں تھا آدمؑ کی ساری اولاد اس قابل نہیں تھی لیکن جب ابراہیمؑ کا تذکرہ کیا تو تنہا ابراہیمؑ نہیں ہم نے آل ابراہیمؑ کو منتخب کیا۔ کیونکہ یہ دلیل ہے۔ قرآن مجید سے کہ خدا نے آل ابراہیمؑ کو مصطفیٰ کیا پوری آل کو مصطفیٰ کیا۔ اس کی نشانی کیا ہے؟

اللہ جس نبی کو اور اس کی آل کو مصطفیٰ کرے۔ اس پر درود بھی واجب، سلام بھی واجب اسی لئے ملت اسلامیہ کا متفقہ درود ہے درود ابراہیمی جو حوالے کے ساتھ پڑھا جاتا ہے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

پروردگار سلام بھیج، مالک درود بھیج رحمتیں بھیج، محمدؐ و آلِ محمدؐ پر، بالکل ایسی ہی رحمتیں جیسی تو نے ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیمؑ پر بھیجیں۔ تو ملّت مسلمہ نے تسلیم کیا سارے مسلمانوں کا یہ ایمان ہوا کہ ابراہیمؑ بھی واجب درود، ابراہیمؑ کی اولاد بھی لائق درود، تو عزیزان محترم ابراہیمؑ کی آل کو مصطفیٰ کیا۔ کیونکہ اگر یہ آل مصطفیٰ نہ ہوتی تو پھر کون مصطفیٰ ہوتا۔ اس لئے کہ ابراہیمؑ کی آل میں ہی سے محمد مصطفیٰؐ آرہے تھے۔ جو مرکزِ انتخاب تھا جو مرکزِ انتخاب الٰہی وہ مصطفیٰ جو مرکزِ نگاہ مشیّت، وہ مصطفیٰؐ، جو علمِ اوّل وہ مصطفیٰؐ جو عقلِ اوّل وہ مصطفیٰؐ، جو عشق اوّل وہ مصطفیٰؐ، جو سراجِ منیروہ مصطفیٰؐ، جو بشیر ونذیر وہ مصطفیٰؐ جو یٰسین وہ مصطفیٰؐ، جو طٰہٰ وہ مصطفیٰؐ، جو مزمل وہ مصطفیٰؐ جو مدثر وہ مصطفیٰؐ، جو مولائے کُل جو ختم الرسل وہ مصطفیٰؐ جو ایک لاکھ چوبیس ہزار کو نماز پڑھائے وہ مصطفیٰؐ۔

اس مصطفیٰؐ کو بھیجا ہم نے تم پر کہ قرآن کی آیات کی تلاوت کرے۔ وہ مصطفیٰؐ تمہارا محتاج نہیں ہے تم اسکا کلمہ پڑھو تو وہ مصطفیٰؐ ہے؟ اسکا کلمہ تو روزِ اُلست سوا لاکھ انبیاء پڑھ چکے۔ تم خدا کا شکر ادا کرو کہ تمہیں مصطفیٰؐ کی قیادت نصیب ہوئی۔ (نعرہ و درود)

عزیزان محترم جو اللہ کے ہاں سے مصطفیٰؐ ہو کر آتے ہیں مرتضیٰ ہو کر آتے ہیں مجتبیٰ ہو کر آتے ہیں وہ ہمیشہ آکر یہی کہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس مصطفیٰؐ کی تربیت کے نقشِ اول علیؑ ابن ابی طالبؑ نے منبر کوفہ پر بیٹھ کر تختِ اقتدار ظاہری پر جو پہلا خطبہ دیا۔ تو میرے مولا نے یہی کہا کہ لوگو! خدا کا شکر ادا کرو کہ تمہیں میری قیادت نصیب ہوئی۔ (نعرہ حیدری) یہ آمنہ کا چاند یہ دعائے ابراہیمؑ یہ شجرہ طیبہ کا ثمر، یہ نسل اسماعیلؑ یہ اصلاب طاہرہ سے ارحام مطاہرہ کی طرف منتقل ہوتا ہوا۔ صُلبِ ہاشم میں آیا۔ صُلبِ ہاشم سے صُلبِ عبد المطلب میں آیا، صُلبِ عبد المطلب سے صُلبِ عبد اللہ میں آیا۔ صُلبِ عبد اللہ سے بطنِ آمنہ

میں آیا۔ بطن آمنہ سے آغوشِ آمنہؑ میں چمکا۔ آغوش آمنہؑ سے پھر آغوشِ عبدالمطلب میں گیا۔ آغوشِ عبدالمطلب سے پھر آغوشِ ابو طالبؑ میں آیا۔

اس کا بچپن پاکیزہ اس کا لڑکپن طاہر، اس کی جوانی بے داغ، یہ ہدایت کا چراغ، یہ معرفت الٰہی کا سراغ، یہ ایک ایسا باغ، کہ جس کا ہر پھول جس رخ سے دیکھا محمدؐ نظر آیا۔

اس نے بچپن گزارا، لڑکپن گزارا، جوانی کی منزلیں طے کیں، تو جزیرہ نماء عرب کے کافر معاشرے میں یہ انقلاب ہدایت برپا کیا کہ پہلے صداقت کا پرچار کیا امانت کا پرچار کیا۔ سارے کافروں سے کہلوایا۔ تسلیم کرو صادق بھی ہوں امین بھی ہوں۔

اس امر پر خصوصی غور کریں کہ اس نبی معظم کا شرف یہ ہے کہ اس نے اعلان رسالت سے پہلے کوئی معجزہ دکھائے بغیر، کوئی آیت سنائے بغیر، کافروں سے کہلوایا کہ عبداللہ کے بیٹے تو صادق بھی ہے امین بھی ہے (نعرہ، درود)

نہ زبان پر قرآن ہے نہ معجزے کا اظہار ہے نہ ہاتھوں میں تلوار ہے نہ جلو میں لشکر ہے نہ زیر قدم تخت ظاہری ہے اس لئے کہ تخت و تاج شاہی کے ذریعے سے اپنے آپکو عوام سے ظلِ الٰہی کہلوانا اور بات ہے لیکن کردار کے حوالے سے صداقت کے حوالے سے صادق و امین کا لقب لینا اور بات ہے۔

ملت کو غور کرنا چاہئے اس کے بعثت کے مقاصد پر، آیا تھا کس لئے؟ آیات کی تلاوت کرنے، نفوس کو پاک کرنے، کتاب و حکمت کا علم دینے، یہاں بات روک کر ایک جملہ عرض کروں پورے قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی مقاصد بعثت رسالت مابؐ کا اعلان کیا گیا ہر جگہ ہر مقام پر یہی بتایا کہ آدمؑ سے لیکر عیسیٰؑ تک سارے انبیاء جتنے ہادی آئے۔ ایک ہی پیغام لے کر آئے۔

"یَاَیُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْنَ"

اے لوگو! تم اللہ کی واحدانیت کا اقرار کرو۔ تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔ یعنی اگر کوئی اللہ

کی واحدانیت کااقرار کرتا ہے تواس میں خدا کا کوئی فائدہ نہیں ہے اقرار کرنے والے کا فائدہ ہے سارے انبیاء نے ایک ہی تو کام کیا ہے یا اللہ کی واحدانیت پہنچائی ہے یا اسؐ کے آنے کی بشارت پہنچائی ہے۔(پرجوش نعرے)

سارے عالمِ ہدایت میں تنہا ہے یہ دُرِّ یتیم عبداللہ، ساری عالمِ انسانیت میں اکیلا ہے یہ آمنہ کا چاند، دنیا کا اصول یہ ہے کہ دنیا کے لیڈر دنیا کے اسکالر دنیا کے فلاسفر جب اپنا اقتدار انسانی ذہنوں پر قائم کرتے ہیں تو اپنے گزرے ہوئے لیڈر، اسکالر، اور فلاسفر کی تردید پر قائم کرتے ہیں یہ دنیا کا اصول ہے آنے والا جانے والے کی بُرائی کرتا ہے وہ غلط تھا میں صحیح ہوں۔ اس کی تھیوری غلط تھی میں صحیح ہوں یہ کائنات کا پہلا اور آخری عظیمُ المرتبت خیرُ البشر ہے جس نے آتے ہی دنیا والوں سے کہا کہ میں انبیاء ماسبق کی تردید پر اپنی نبوت قائم کرنے نہیں آیا۔ بلکہ جو مجھے ماننا چاہتا ہے اس پر واجب ہے، آدمؑ کو بھی مانے، ابراہیمؑ کو بھی مانے۔

انسانیت کو جو سکون ملے گا انسانیت کو جو قرار ملے گا، انسانیت کو جو سربلندی ملے گی وہ اس (ہیومن چارٹر) میں ملے گی جو اللہ کے آخری رسولؐ نے دعوت ذوالعیشر میں بھی دیا غدیر میں بھی دیا (نعرہ حیدری)

تو اگر انسانیت سکون چاہتی ہے تو دعوت ذوالعشیر بھی سمجھے۔ غدیر بھی سمجھے۔ وہاں بھی خطبہ یہاں بھی خطبہ ہے وہ کچھ یوں بھی ہے کہ یہ اللہ کا واحد رسولؐ ہے جو بنی اسرائیل کی بکھری ہوئی بھیڑوں کو جمع کرنے نہیں آیا، جو اپنے قبیلے کا نبی بن کر نہیں آیا جو مکے والوں کا رسول بن کر نہیں آیا۔ جو مدینے والوں کا رسول بن کر نہیں آیا جو عرب وعجم کے لئے رسول بن کر نہیں آیا۔ اس کے شرف کے لئے تو اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ جو لفظ "عالمین" رب العالمین نے اپنے لئے استعمال کیا وہی رحمت العالمین اس کے لئے استعمال کیا۔ (یا علیؑ، یا علیؑ، یا علیؑ)

اس نے اللہ کی توحید کا اقرار کیا کس بنیاد پر تلوار سے نہیں آیات سے نہیں مورخوں سے نہیں جنگ سے نہیں جدال سے نہیں حملہ کر کے نہیں، خون بہا کر نہیں گردن اڑا کر نہیں۔ قتل وغارت گری کر کے نہیں۔ سچ کی بنیاد پہ کائنات کی سب سے بڑی سچائی توحید کا اقرار لیا۔ کس بنیاد پر تلوار سے نہیں آیات سے نہیں مورخوں سے نہیں جنگ سے نہیں سچ کی بنیاد پہ کائنات کی سب سے بڑی سچائی توحید کا اقرار لیا۔ اسلئے کہ جب نبی معظمؐ کو یہ حکم ہو گیا کہ "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ"

سب سے پہلے اپنے قرابت داروں کو دعوت ایمان دو۔ تو یہ بھی طے ہو گئی بات کہ پہلی پہلی دعوت خاندان والوں میں ہوئی ہے۔ جو بھی اقرار کرے گا خاندان والا ہو گا۔

دعوت ذوالعشیرہ جہاں پیمبرؐ اعلان رسالت کرتے ہیں اور متفقہ مسئلہ گبن سے لیکر رومن امپائر جو یورپی مفکر ہیں۔ اس سے لیکر ملت مسلمہ کی بنیادی کتابوں میں متفقہ طور پر جملہ لکھا ہوا ہے کہ جب پیغمبر اکرمؐ نے دعوت ذوالعشیرہ میں اعلان رسالت کیا تو ایک بارہ برس کا بچہ اٹھا۔ جو ابو طالبؑ کا بیٹا تھا اس نے اُٹھ کر کہا۔ یارسول اللہؐ اعلانِ رسالت آپ کیجئے۔ تصدیقِ رسالت میں کرتا ہوں ہجرت آپ کیجئے۔ بستر پر میں سوؤں گا۔ اعلان جنگ آپ کیجئے فتح جنگ میں کروں گا۔ حکم آپ کا ہو گا۔ حکومت میری ہو گی۔ رسالت آپکی ہو گی امامت میری ہو گی۔ (نعرہ حیدری)

یہ ہے ہدایت کا سلسلہ فاران کی چوٹیوں پر کھڑے ہو کر کوہ ابو قبیس کی چوٹی پر کھڑے ہو کر، اس صاحب معراج نے عمائدین قریش کو کھڑے کر کے بغیر کسی تلوار کے بغیر کسی لشکر کے، سب کو خطاب کر کے کہا میرا بچپن تم نے دیکھا، میرا لڑکپن تم نے دیکھا، میری جوانی تم نے دیکھی تم میرے متعلق کیا رائے قائم کرتے ہو۔ سارے قریش نے متفقہ طور پر کہا عبداللہ کے بیٹے تو صادق وامین ہے اس پر سرکار نے فرمایا کہ اگر میں کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر آرہا ہے تم نے پہاڑ پر چڑھ کے دیکھا اور لشکر نظر نہ آیا۔ تو تم میرے

بارے میں کیارائے قائم کروگے۔ سب لوگوں نے یک زبان ہو کر خراج عقیدت پیش کیا۔ آمنہ کے چاند کوانے عبداللہ کے بیٹے، اگر ہمیں پہاڑ کے پیچھے لشکر نظر نہ آیا تو ہم کافر ہیں بے غیرت نہیں ہیں ہم کہہ دیں گے کہ ہم اندھے ہو گئے تو سچ کہتا ہے۔ (نعرہ درود)

اور جب کافروں نے کہا کہ آپ سچ ہی سچ ہیں سچ کے سواء کچھ نہیں تو اللہ کا رسولؐ یہیں سے توحید کا پیغام دیتا ہے اچھا مجھے سچا مانتے ہو اور بغیر دیکھے ہوئے ایک لشکر کی موجودگی کا اقرار کر رہے ہو، بغیر دیکھے ہوئے میرے کہنے پر، تو پھر میرے کہنے پر، بغیر دیکھے ہوئے ایک خدا کی وحدانیت کا اقرار کرو۔ یہ ہے منزل اقرار توحید، یہ ہے مقصد بعثت آیات کی تلاوت کرنا، نفوس کو پاک کرنا معصوم کا کام، کتاب و حکمت کی تعلیم دینا معصوم کا کام، سارے مسلمانوں کا عقیدہ ہمارے پیمبرؐ آخری نبیؐ، لیکن باب ہدایت بند نہیں ہوا۔ آیات کی تلاوت بھی جاری رہنا ہے نفوس کو پاک ہوتے رہنا ہے کتاب و حکمت کی تعلیم بھی جاری رہنا ہے تو آیات کی تلاوت وہ کرے جسے پیمبرؐ کہے "اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا"، میں علم کا شہر ہوں علیؑ اس کا دروازہ ہے (حدیث) نفوس کو پاک وہ کرے جسے قرآن شب ہجرت سند دے۔ "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ"

اور لوگوں میں ایسا بھی ہے جو اپنے نفس کو بیچتا ہے اللہ کی مرضی خریدتا ہے کتاب و حکمت کا علم وہ دے جسے پیمبرؐ کہے "اَنَا دَارُ الْحِکْمَةِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا" میں حکمت کا گھر ہوں علیؑ اس کا دروازہ ہے (حدیث) تو مقصد بعثت کو آگے بڑھایا خاندانِ رسالت نے اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ سن 61 ھجری میں جو شام کے محلوں سے یہ آواز اٹھی کہ کوئی نبیؐ نہیں تھا، کسی پر وحی نہیں آئی تھی۔ تو انکار بعثت ہوا نا، مقصد بعثت رسول کا بھی انکار، رسولؐ کا بھی انکار، یزید کا یہ انکار آج بھی عربی ادب میں موجود ہے۔

جب اس نے کہا کہ کوئی نبی نہیں آیا تھا۔ کوئی وحی نہیں آئی تھی۔ یہ بنی ہاشم کا ایک ڈھونگ تھا جو انہوں نے اقتدار کے لئے رچایا تھا ساری دنیا خاموش رہی۔ مگر جو وارث

مسند بعثت تھا وہ تڑپا اور یہ کہہ کر نانا کے روضے پر آیا اور کہا کہ نانا' یزید کو یہ کس نے سمجھا دیا ہے کہ رسالت کا کوئی وارث نہیں ہو تا نانا تیرا مقصد بھی باقی رہے گا تیری بعثت بھی باقی رہے گی تیری نبوت بھی باقی رہے گی تیرا قرآن بھی بچے گا، تیرا کعبہ بھی بچے گا تیری شریعت بھی بچے گی تیرا انظام بھی بچے گا۔ تیرے اللہ کی توحید بھی بچے گی اس کی کبریائی بھی بچے گی میں بچوں نہ بچوں یزید نمائندہ ہے اس شر کی قوتوں کا جو آدم سے لے کر خاتم تک کے مقابلے میں آتے رہے۔ حسینؑ نمائندہ ہے اس خیر کی قوتوں کا جو آدمؑ سے لے کر خاتم النبینؐ تک ڈٹے رہے۔ یہ دو شہزادوں کی جنگ نہیں دو نظریوں کی جنگ ہے ایک رسالت کو ختم کرنا چاہتا ہے ایک رسالت کو بچانا چاہتا ہے مسئلہ یہ نہیں ہے کہ کون مرا، کس نے مارا، شکست و فتح کا دارو مدار یہ نہیں ہے شکست و فتح کا دارو مدار یہ ہے کہ یزید کیا چاہتا تھا حسینؑ کیا چاہتا تھا دیکھو یہ کہ مقصد پورا یزید کا ہوا یا حسینؑ کا ہوا۔ یزید چاہتا تھا کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی آواز نہ رہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی آواز نہ رہے ، نمازیں نہ رہیں۔ قرآن نہ رہے۔ حسینؑ چاہتا تھا توحید رہے، نبوت رہے، نمازیں رہیں، عبادت رہے آج ملّت فیصلہ کرے کہ کون جیتا اگر نمازیں قائم ہیں مسجدیں آباد ہیں، اسلام کی باتیں ہو رہی ہیں، تو تسلیم کرو کہ شر کا نمائندہ یزید ہارا، محمدؐ کا بیٹا حسینؑ جیتا (حسینیت زندہ باد' یزیدیت مردہ باد)

یہ الگ بات ہے کہ حسینؑ کو بقائے شریعت کے لئے بڑی قیمت ادا کرنا پڑی۔ بڑی قیمت ادا کی حسینؑ نے شریعت کی باتیں کرنے والو شریعت محلات میں بیٹھ کر نہیں آتی۔ کربلا کا تپتا ہوا صحرا ہوتا ہے۔ عباسؑ کے بازو ہوتے ہیں اکبرؑ کے سینے کی روشنائی ہوتی ہے، بی بی زینبؑ کی چادر کا ورق ہوتا ہے پھر لکھا جاتا ہے

"اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ"

عزادارو! 10 محرم کو قیامت آگئی۔ فاطمہؑ کے گھر سے دس گھنٹے میں 72 جنازے نکل گئے تمام رات عبادت میں گزری صبح عاشور قیامت کا دن کبھی اکبرؑ کا لاشہ لائے۔ کبھی

سعد کالاشہ لائے۔ کبھی حرؑ کالاشہ لائے۔ کبھی بچپن کے ساتھی حبیبؑ کالاشہ لائے۔ شریعت بچ رہی ہے وارث قربانیاں دے رہا ہے کبھی قاسمؑ کی لاش کے ٹکڑے عبا کے دامن میں سمیٹ کر لائے۔ کبھی اکبرؑ کے سینے سے برچھی کا پھل کھینچا۔ کبھی عباسؑ کے کٹے ہوئے بازوں کو ہاتھوں میں تھاما۔

اور مقصد بعثت پر مہرِ تصدیق اس وقت ثبت ہوگئی جب حسینؑ نے
ننھی سی قبر کھود کے اصغرؑ کو گاڑ کے
شبیرؑ اُٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

خیمے کے دروازے پہ آئے دائیں جانب دیکھا۔ بائیں جانب دیکھا اور کہا کوئی ہماری سواری کا لانے والا نہیں ہے خیمے سے بہن کی آواز آئی۔ بھیا حسینؑ اگر عباسؑ نہیں ہے زینبؑ کو اجازت دے میں تجھے سوار کراؤں! حسینؑ سوار ہوئے مجھے نہیں پتہ کتنے زخم آئے۔ سرکار زمانہ فرماتے ہیں میرا اسلام اس شہید پر کہ وقتِ شہادت جس کا جسم نہ زین پر تھا نہ زمین پر تھا بلکہ تیروں پر معلق ہوگیا۔

راوی کہتا ہے کہ خنجر کُند تھا تیرہ ضربوں سے بوسہ گاہ رسول کٹی۔ لیکن شمر نے انکار کیا ہے، شمر سے جب شام میں کسی نے پوچھا کہ تیرا خنجر کُند کیوں تھا ایک ضرب سے حسینؑ کو قتل کر دیتا۔

شمر کہتا ہے میرا خنجر کُند نہیں تھا بہت تیز تھا مگر کیا کروں جب حسینؑ کے گلے پر ضرب پڑتی تو کسی بی بی کے ہاتھ حسینؑ کے گلے پر آجاتے اور آواز آتی اے ظالم میں نے چکیاں پیس پیس کر پالا ہے!

ہوگئی شام غریباں۔۔۔۔ آگئی شام غریباں۔۔۔۔۔۔ حسینؑ کا سر نیزے پر شمر کا لشکرِ محمد مصطفیٰؐ کی بیٹیوں کے سروں سے چادریں اتار رہا ہے سکینہؑ کے طمانچے لگے۔ خیمے جل رہے ہیں بیبیاں ایک خیمے سے دوسرے خیمے میں، حمید کہتا ہے میں نے دیکھا ایک خیمہ، ایک

خیمہ باقی رہ گیا۔ دیکھیں مقصد بعثت کتنا ضروری ہے حمید کہتا ہے میں نے دیکھا ایک خیمہ باقی ہے جسے آگ نے گھیرا ہوا ہے میں نے دیکھا ایک شیر دل خاتون اس جلتے ہوئے خیمے میں داخل ہو گئی۔ پُشت پر ایک بیمار کو لئے ہوئے خیمے سے باہر آئی۔ زمین پر لٹایا۔ شانہ ہلایا۔ بیٹا سجادؑ! اب تم وارث بعثت ہو۔ اب تم امام ہو بیٹا۔ ہمارے خیمے جل گئے بتاؤ ہمارے لئے کیا حکم ہے؟

ہو گئی شام۔۔۔۔۔۔ کربلا میں۔۔۔۔۔۔ ہو گئی شام کربلا میں۔ یزید نے چاہا تھا حسینؑ کو قتل کر دو تو کچھ باقی نہ رہے گا۔ مگر سلام ہمارا سکینہؑ پر، سلام ہمارا حسینؑ کی بیٹی پر، سلام ہمارا حسینؑ کی بہن پر، کہ جب یزید نے حسینؑ کو قتل کر کے یہ چاہا کہ مقصد بعثت ختم ہو جائے تو سکینہؑ حسینؑ بن کر سامنے آگئی۔ رات ہو گئی۔ گنج شہیداں میں رات ہو گئی خیمے جل گئے ایک خیمہ کی جلی ہوئی قنات میں بیبیوں کو بٹھایا۔ جناب زینبؑ نے بچوں کو بٹھایا شہزادی نے بچوں کو بٹھایا۔ سورج ڈوب گیا کربلا میں۔ عاشور کا شرمندہ سورج ڈوب گیا کربلا میں۔ کیوں کہتے ہیں شام غریباں اس لئے کہ آج کے دن اسلام کے امیر غریب ہو گئے۔ دوش محمدؐ پر بیٹھنے والا بے کفن خاک پہ ہے۔

چند جملے۔۔۔۔۔۔۔ ہم نے مجلس ختم کی۔

عزادارو! شام غریباں میں سب سے بڑے دو ظلم ہوئے ایک سکینہؑ کے طمانچہ ۔۔۔۔۔۔ رات ہوئی نا۔۔۔۔۔۔ رات ہوئی۔۔۔۔۔۔ زوجہ حرؑ حاضری لے کر آئی۔ جناب زینبؑ کو پتہ چلا حرؑ کی زوجہ آئی ہے۔ حرؑ کی زوجہ نے کہا۔ شہزادی حاضری لے کر آئی ہوں۔ علیؑ کی بیٹی ہے بانہوں میں بانہیں ڈال کر کہتی ہے۔ آ بہن پہلے میں تجھے حرؑ کا پرسہ دے دوں۔ حرؑ کی زوجہ کہتی ہے شہزادی پانی لائی ہوں۔ بچوں کو تو پانی پلا دیں۔ جناب سکینہؑ کے پاس بی بی زینبؑ پہنچیں سکینہؑ اٹھو پانی آگیا۔ سکینہؑ نے جو پانی کا نام سنا غش سے چونک کر کہتی ہے پھوپھی اماں کیا چچا عباسؑ آگئے۔ پھوپھی اماں کیا چچا عباسؑ آگئے۔ بیٹی عباسؑ نہیں

آئے۔ حرؑ کی زوجہ پانی لائی ہے پانی پی لو۔ سکینہؑ پہلے بچے پانی پیتے ہیں سکینہؑ کہتی ہے اچھا پھوپھی اماں لاؤ مجھے پانی دے دو۔ لاؤ مجھے پانی دے دو۔ سکینہؑ نے پانی کا جام لیا چلے ہوئے خیمہ سے مقتل کی طرف چلی۔ زینبؑ نے پوچھا کہاں جارہی ہو؟ پھوپھی جان آپ ہی نے تو کہا ہے جو چھوٹے ہوتے ہیں جو چھوٹے ہوتے ہیں انہیں پانی پہلے دیا جاتا ہے ارے میرا بھیا اصغرؑ مجھ سے چھوٹا ہے۔

عزادارو۔۔۔۔۔ شام غریباں قیامت کی رات ہے آج کی رات سے بڑی قیامت کی رات کوئی نہیں۔ دو لمحوں کی مُہلت چاہتا ہوں، عزادارو! رات ہو گئی نا کربلا میں عمر سعد کے لشکر میں شہیدوں کے سروں کا شمار ہوا۔ سر گنے گئے سر اکہتر نکلے۔ عمر سعد ملعون کہتا ہے بہتر واں سر کدھر ہے کسی نے کہا ظالم اس سر کو لے کر کیا کرے گا۔ وہ علی اصغرؑ کا سر ہے۔ جس کی قبر حسینؑ اپنی زندگی میں بنا چکے۔

اولاد والو۔۔۔۔۔ سنیں گے جملہ

عمر سعد ملعون کہتا ہے کچھ نہیں جانتا کچھ نہیں جانتا اصغرؑ کا سر لے آؤ۔ عزادارو! ایک ملعون گھوڑے پر سوار ہوا۔ ہاتھ میں نیزہ لیا۔ مقتل کی زمین میں آیا جہاں دیکھتا تھا زمین نرم ہوتی تھی وہیں نیزہ مارتا تھا۔ اتنے میں جلے ہوئے خیمے سے فضہؑ نے دیکھا آواز دی، ربابؑ تیرے بچے کی خیر، اُجڑی ہوئی ماں نے جلے ہوئے خیمے کی قناعت سے دیکھا ظالم نیزہ مار رہا ہے قیامت نہیں آگئی۔ ربابؑ نے دیکھا ایک مرتبہ جو ظالم نے نیزہ مارا تو نیزے میں اُلجھ کر ایک چھوٹا سا لاشہ نیزے کے ذریعے باہر آیا۔ ربابؑ نے کلیجہ پکڑا آخری جملہ۔ ربابؑ نے دیکھا کہ ظالم گھوڑے سے اُترا۔ نیزے کو کھڑا کیا۔ بندھے ہوئے اصغرؑ کو نیزے سے نکالا۔ ماں دیکھ رہی ہے، اصغرؑ کو زمین پر لٹایا۔ گھُٹنہ زمین پر ٹیکا، میان سے تلوار نکالی۔ چھ مہینے کا بچہ، ہائے !۔۔۔۔۔

*

سلام

چشمِ گریاں ہے غمِ سبطِ پیمبرؐ دیکھ کر
رشک کرتے ہیں ملک آنکھوں میں گوہر دیکھ کر

اللہ اللہ خود بخود طاقوں سے بُت گرنے لگے
اک پیمبرؐ دوسرا نفسِ پیمبرؐ دیکھ کر

عرش پر بھی جم گیا تھا سکہء ضربِ علیؑ
کانپ جاتے تھے ملک جبرئیلؑ کا پر دیکھ کر

اس قدر مربوط تھا نورِ علیؑ نورِ رسولؐ
عقل حیراں رہ گئی ہجرت کا منظر دیکھ کر

اس قدر ہلکا ہوا دو انگلیوں پر آگیا
زورِ بازوئے علیؑ کو بابِ خیبر دیکھ کر

کردیا دو نیم مرحب کو علیؑ کی تیغ نے
مصطفیٰؐ نے داد دی ٹکڑے برابر دیکھ کر

لا فتیٰ اِلا علیؑ کے ساتھ آئی ذوالفقار
فخر کرتا ہے خدا حیدرؑ کے جوہر دیکھ کر

عرشِ اعظم کی بلندی پست ہو کر رہ گئی
پائے حیدر بر سرِ دوشِ پیمبرؐ دیکھ کر

کھُب گئی تھی سینۂ اکبرؑ میں برچھی کی اَنی
کیا کرے اک باپ یہ بیٹے کا منظر دیکھ کر

گرپڑی دل تھام کر ننھے سے جھولے پر ربابؑ
چہرۂ سبطِ نبیؐ پر خونِ اصغرؑ دیکھ کر

ہائے وہ شامِ غریباں ہائے وہ جلتے خیام
رورہا ہوں آج میں اپنا بھرا گھر دیکھ کر

میں ہوں عرفانِ ابو طالبؑ میری عظمت پہ لوگ
رشک کرتے ہیں مجھے بالائےِ منبر دیکھ کر

✻

علامہ سید عرفان حیدر عابدی کے مرثیے فاطمہ زھراؑ سے اقتباس

سر تاج فاطمہؑ ثمرِ شجرۂ خلیل — اللہ کی زمین پہ اللہ کی دلیل
جس عقدؑ کے خدا و نبیؐ خود بنے وکیل — جس عقد کے امین و گواہوں میں جبرائیلؑ
شایانِ شان عقد ہے زوجین کیلئے
یہ ابتدا ہے آمدِ حسنینؑ کے لئے
دلہن خدا کا نور ہے، دولہا خدا کی شان — اک ھل اتیٰ کا فخر ہے اک انما کی شان
دولہا وفا کا ناز ہے دلہن حیا کی شان — دونوں بڑھا رہے ہیں مرے مصطفیٰؐ کی شان
دونوں کے دم سے نسل نبیؐ میں بہار ہے
دولہا دلہن پہ سورہؑ کوثر نثار ہے
حوا جھکا رہی ہے ادب سے سرِ نیاز — سارہ و آسیہ کی فضلیت کا ہیں یہ راز
فضہ کے واسطے قدمِ پاک جانماز — عیسیٰؑ کی ماں ہیں ان کی کنیزی سے سرفراز
یہ مرتبے ہیں فرش پہ بنتِ رسولؐ کے
حوروں کے گیسوؤں پہ قدم ہیں بتولؑ کے
چادر میں آیتوں کے ستارے جڑے ہوئے — جبرئیلؑ ان کے در پہ ادب سے کھڑے ہوئے
زیرِ قدم ہیں جنت و کوثر پڑے ہوئے — معصوم ان کی نسل میں چھوٹے بڑے ہوئے
تزئین نسل پاکِ اب و جد بنا دیا
پالا جسے بھی اس کو محمدؐ بنا دیا
سرکارِ سیدہ میں ادب سے کروں مقال — اے شہزادی شرف و عزت و جلال
کھا کر پلے جو بی بی خدیجہؑ کا رزق و مال — کیوں اپنے حق کا آپ نے ان سے کیا سوال
آلِ رسولؐ کے لئے انجان تو نہ تھے
یہ کلمہ گو نصاریٰ نجرانِ تو نہ تھے
دربار پر جلال کہاں اور میں کہاں — وہ بزم باکمال کہاں اور میں کہاں
میرا عبث خیال کہاں اور میں کہاں — بی بی کہاں، سوال کہاں اور میں کہاں
دریوزہ گر ہوں فاطمہؑ کے نور عین کا
واللہ بے ادب نہیں ذاکر حسینؑ کا

ٹکراؤ لاکھ حکمِ رسالت مآبؐ سے
آلِؑ نبیؐ جُدا نہیں ہوگی کتاب سے
شیطان دور رہتا ہے راہِ ثواب سے
غاصب کبھی بچا نہ خدا کے عذاب سے
کیا کر لیا اگر نہ گواہی قبول کی
بنت نبیؐ تو اب بھی ہے وارث رسولؐ کی

ہو جس میں احترامِ رسالتؐ وہ دین ہے
بخشے جو ہر بشر کو ہدایت وہ دین ہے
کامل ہو جو برائے ولایت وہ دین ہے
روشن کرے جو شمعِ امامت وہ دین ہے
انصاف کی دعاؤں کو آمین چاہیے
عنوان جس کا عدل ہو وہ دین چاہیے

یہ کیا کہ جس سے دین ملا راستہ ملا
عزت ملی، وقار ملا، مرتبہ ملا
قرآں ملا، نماز ملی، ضابطہ ملا
جس مصطفیٰؐ کے در سے خدا کا پتہ ملا
دونوں جہاں میں جن کو خدا محترم کرے
اُس مصطفیٰؐ کی آلؑ پہ اُمت ستم کرے

گھر میں علیؑ کے ہائے وہ منظر تھا دل خراش
زہراؑ کی بیٹیوں کے جگر غم سے پاش پاش
حسنینؑ کے وہ بین وہ بنتِ نبیؐ کی لاش
ناگاہ آیا لاشہ زہراؑ میں ارتعاش
جب پیٹتے تھے سر کو نواسے رسولؐ کے
نکلے کفن سے ہاتھ جنابِ بتولؑ کے

عرفاںؔ قلم کو روک یہ رقت کا وقت ہے
زہراؑ کے گھر پہ آج قیامت کا وقت ہے
آفت کی ہے یہ رات مصیبت کا وقت ہے
گھر سے علیؑ کے بی بیؑ کی رخصت کا وقت ہے
تابوت میں جنازہ بنتِ رسولؐ ہے
فرطِ الم سے ہر دلِ مومن ملول ہے

*

سحر انگیز خطیب

آہ : علامہ سید عرفان حیدر عابدی

تحریر : مولانا سید توقیر حسین زیدی

میں عرصہ دراز سے شدید علالت کے دور سے گذر رہا ہوں اس پر پیرانہ سالی کے غلبے میں مبتلا ہونے کے سبب کمزوری اور نقاہت نے اب اس قابل نہیں رکھا کہ عزیزوں دوستوں اور اقرباء کی مزاج پرسی کے لئے کہیں جاسکوں خداوند تعالی نے قوت ارادی دے رکھی ہے جس کے تحت گھر سے دفتر تک آمدورفت محدود ہے۔

مجھے جب علامہ سید عرفان حیدر عابدی کی ناگہانی اور حادثاتی موت کی خبر ملی تو بے اختیار چیخ نکل گئی اور تھوڑی دیر کے لئے جسم ساکت اور ذہن ماؤف ہو گیا۔ جو کچھ دل پر گذر گئی۔ وہ ضبط تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔ اور اسی غم کا دل پر بوجھ لئے امام بارگاہ شہداء کربلا انچولی پہنچا اور جو رقت انگیز منظر دیکھا اس سے کیفیت خراب ہو گئی معلوم ہوتا تھا کہ یہ ہزاروں سوگواروں کا ہجوم عرفان کا وارث ہے بہر حال اس دن سے آج تک مزید طبیعت خراب ہے علامہ عرفان حیدر کے تصور سے ذہن اور ان کی تصویر سے دل کا آئینہ خالی نہیں ہوتا۔

مجھ سے جناب محشر لکھنوی نے فرمایا کہ چند سطور علامہ عرفان حیدر عابدی کے لئے لکھوں کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ علامہ اور ان کے آباؤاجداد سے میرا خاص اور دیرینہ تعلق رہا ہے ہر چند کے لکھنے کی سکت نہیں ہے لیکن جس طرح ان کے جنازے میں شرکت میرا مذہبی 'اخلاقی اور قومی فریضہ تھا اسی طرح اپنے تعزیتی تاثرات کا اظہار مجھ پر واجب ہے۔

علامہ سید عرفان حیدر عابدی میرے بیٹے کی طرح تھے وہ اس قدر نیک سعادت مند اور خوش اخلاق انسان تھے کہ جب میں ان کو علامہ کہہ کر مخاطب کرتا تو وہ کہتے کہ میں

آپ کابر خودار اور بیٹوں کی جگہ ہوں کم سنی سے آپ کی مجالس سنتا آرہا ہوں میں اس جدید دور کی پیداوار ہوں آپ مجھے علامہ نہیں بلکہ صرف عرفان کہہ کر مخاطب کیا کریں۔

ذرا غور کیجئے اس بات میں علامہ کی اعلیٰ ظرفی 'ادب و لحاظ اور بزرگوں کے احترام کا پُرخلوص جذبہ کس قدر کارفرما تھا اب عرفان میاں کو کون بتائے کہ ان کا غم میرے دل میں اسی طرح ہے جس طرح ایک باپ کے دل پر ایک جوان بیٹے کا غم ہوتا ہے ہائے افسوس کس طرح اچانک وہ ہم سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو گئے کن الفاظ میں اس جلیلُ القدر خطیب کو خراجِ عقیدت پیش کروں۔ یہ زور بیان' یہ زور خطابت' یہ لب و لہجہ' یہ تیور گھن گرج' یہ بر جستگی یہ مروت' یہ انسانیت جو علامہ کی شخصیت کو دولہن کی طرح سجائے رکھتی تھی اب میں کس میں یہ خوبیاں تلاش کروں۔ ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے لیکن عرفان کی موت کا ذائقہ پوری قوم نے چکھا ہے۔

ہماری عزاداری ہماری قومی یکجہتی عرفان حیدر عابدی کی مرگِ ناگہانی سے بُری طرح متاثر ہوئی ہے زبانِ شمشیر سے مُنکرینِ عزاداری اور دشمنانِ اہلبیتؑ کے لشکر سے جہاد کرنے والا ہمارا نڈر و بہادر سپاہی مُجاہدِ ملّت نہ جانے کس بات پر ہم سے روٹھ کر چلا گیا۔

تعزیہ' تابوت اور غازی کا پرچم آگیا
آہ اے عرفان پھر ماہ محرم آگیا

*

ابدی نیند سو گیا

سید ذیشان حیدر عابدی ضیاء

فخرِ ملت ذاکرِ شامِ غریباں سو گیا
محفلوں میں جس سے ہوتا تھا چراغاں سو گیا

اب جہاں والے نہ سُن پائیں گے پھر اس کا خطاب
منفرد اشعار کا پُر کیف دیواں سو گیا

آج بھی بیدار ہے وہ اپنی تقریروں کے ساتھ
کون یہ کہتا ہے زیرِ خاک عرفاں سو گیا

میری ماں کے قلب کو کس طرح سے آئے قرار
کر کے تو عرفان سارے گھر کو ویراں سو گیا

جھک گئی میری کمر اور نور آنکھوں کا گیا
کر کے تو دل میں مرے غم کا چراغاں سو گیا

بھائیوں بہنوں پہ اور اولاد پر سایہ فگن
آسماں کی مثل تھا ہم پردہ انساں سو گیا

اب تو اے عرفانؔ جینے کا مزا جاتا رہا
کر کے بے جاں ساری مِلّت کو مری جاں سو گیا

*

پیغام آخر

محشر لکھنوی

یہ لاکھ فضا بدلے بدل جائے زمانہ
اے اہلِ عزا دیکھو مجھے بھول نہ جانا
جب چرخ پہ آجائے نظر ماہِ محرم
لہرائے عزاخانوں پہ عباسؑ کا پرچم
جب مجلس و ماتم کے لئے فرش بچھانا
اے اہلِ عزا دیکھو مجھے بھول نہ جانا
جس طرح کوئی بچہ تڑپتا ہے مہد میں
ماتم کی صدا سن کے میں تڑپوں گا لحد میں
تڑپائے گا رہ رہ کے محرم کا زمانہ
اے اہلِ عزا دیکھو مجھے بھول نہ جانا
تم لوگ سمجھتے ہو کہ میں زندہ نہیں ہوں
میں ذاکرِ شبیرؑ ہوں، میں مردہ نہیں ہوں
ذکر شہداء کر کے مرا سوگ منانا
اے اہلِ عزا دیکھو مجھے بھول نہ جانا
جس جس نے دیا میرے جنازے کو سہارا
آہوں کے سہارے مجھے تربت میں اتارا
احسان ہے ان سب کا مری لاش پہ آنا
اے اہلِ عزا دیکھو مجھے بھول نہ جانا

مل جائیں مرے بھائی جو ذیشان کہ فرقان
حق دارِ محبت ہیں مرے ناصر و ریحان
بیٹا کہیں مل جائے تو سینے سے لگا نا
اے اہلِ عزا دیکھو مجھے بھول نہ جانا
ماں باپ پہ نارہنے کا اک پل نہیں عادی
بیٹے کی مرے کرنا بڑی دھوم سے شادی
شعبِ ابی طالبؑ میں بہو چاند سی لانا
اے اہلِ عزا دیکھو مجھے بھول نہ جانا
بیٹی سے بیاں کرنا سکینہؑ کی یتیمی
لیلیٰ کی قسم دینا مری ماں کو تسلی
جب روئیں تو نوحہ علی اکبرؑ کا سنانا
اے اہلِ عزا دیکھو مجھے بھول نہ جانا
ماں بہنوں کو میں قبر میں بھی دونگا دعائیں
آباد رہیں گودیاں اور سر پہ ردائیں
روشن رہے آباد رہے سب کا گھرانہ
اے اہلِ عزا دیکھو مجھے بھول نہ جانا
حاسد کو مرے اب تو کوئی شکوہ نہیں ہے
عرفان تو خاموش ہے اور زیرِ زمیں ہے
جو چاہے بنائے مجھے لفظوں کا نشانہ
اے اہلِ عزا دیکھو مجھے بھول نہ جانا۔
بے سان و گماں راہ میں موت آگئی مجھ کو

میں کس کو کہوں کس کی نظر کھا گئی مجھ کو
کیا گذری ہے مجھ پر یہ کسی نے بھی نہ جانا
اے اہلِ عزا دیکھو مجھے بھول نہ جانا
کرنا ہے تمہیں اپنے عقیدوں کی حفاظت
نوحوں کی، سلاموں، کی قصیدوں کی حفاظت
ہر حال میں ہے فرشِ عزا تم کو بچھانا
اے اہلِ عزا دیکھو مجھے بھول نہ جانا
مولا کے عزا دارو! تمہیں عید مبارک
عرفاؔن کے غم خواروں تمہیں عید مبارک
دو پھول مری قبر پہ بھی آکے چڑھانا
اے اہلِ عزا دیکھو مجھے بھول نہ جانا
محشؔر میں ہمیشہ کے لئے زیرِ زمیں ہوں
لکھ دو مرے دروازے پہ میں گھر پہ نہیں ہوں
بس گھر میں مرے نام کی اک شمع جلانا
اے اہلِ عزا دیکھو مجھے بھول نہ جانا

١

قطعات

ریحان اعظمی

عرفان عابدی تھا علیؑ کی سپاہ میں
عزت بڑی تھی اہلِ عزاء کی نگاہ میں
کرتا تھا ذکرِ آلِ نبیؐ جس جگہ اسے
مر کر لحد ملی ہے اُسی بارگاہ میں

روضۂ شبیرؑ کے سایہ میں تُربت بن گئی
تیرا پاکیزہ عمل دنیا پہ ظاہر ہو گیا
مدفنِ ابنِ مظاہر روضۂ شبیرؑ ہے
تو تو اے عرفاں حبیب ابن مظاہر ہو گیا

دارِ فانی میں رہے کچھ دن مگر عزت کے ساتھ
آج ہے عرفان حیدر خُلد کی جاگیر میں
ذاکرِ شامِ غریباں ناشرِ کرب وبلا
آنکھ تجھ کو ڈھونڈتی ہے مجلسِ شبیرؑ میں

تذکرہ آلِ پیمبرؐ کا سُنانے والا
سو گیا آپ ہی مجلس کو جگانے والا

*

قطعہ تاریخ

شاہد نقوی

سحرِ آفریں، جادو بیاں
مقبولیت کا آسماں
فطرت شناسِ کارواں
عرفان حیدر عابدی
غم کی تپش میں سائباں
شبنم بہ لب آتش بجاں
درد آشنائے بے کساں
عرفان حیدر عابدی
بے باک قومی ترجماں
نازِ ادب شعلہ بیاں ۱۴۱۸ھ
تقریر کا سیلِ رواں ۱۹۹۸ء

*

میرے پاپا

سیدہ تمکین عابدی

زندگی بھر اداس رہنے کو　　دل ملا ہے عذاب سہنے کو
ایک چپ کے ہزارہا مفہوم　　اور کیا رہ گیا ہے کہنے کو

مجھے سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں کس طرح سے زندگی کے ان حسین لمحوں کو لفظوں کی پوشاک پہناؤں۔ میں کسطرح اپنے جذبات و احساسات کو جو کرچیوں کی طرح میرے شکستہ دل میں بکھرے پڑے ہیں سمیٹ کر یکجا کروں۔ آج جب میں اپنے ماضی کی کتاب کھول کر بیٹھی ہوں تو ہر ورق پر میرے ماں باپ کی محبتوں شفقتوں اور بے انت دعاؤں کے رنگ بکھرتے چلے جارہے ہیں نہ جانے میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا کہ ساحل کی نرم اور ٹھنڈی ریت پر چلتے چلتے میں ایک لق ودق صحرا کی سمت نکل گئی ہوں اُداسی کے اُجاڑ صحرا میں میں تنہا کھڑی ہوں اور میرے چاروں طرف اس بھیانک رات کی یادیں رقصاں ہیں کہ جس رات میرے ماں باپ اس حادثے کا شکار ہوئے۔ وہ کفن میں لپٹا ہوا میری ماں کا مقدس وجود دوسری طرف بے انتہا محبت کرنیوالے باپ کا جنازہ! وہ منظر وہ رات میں کبھی نہیں بھول پاؤں گی اور شاید ان دو جنازوں کے بیچ میں، میں اس وقت بھی کھڑی تھی اور آج بھی کھڑی ہوں اس وقت بھی میں تڑپ رہی تھی اور آج بھی تڑپ رہی ہوں کئی صدیوں کی تھکن میرے وجود کے اندر آگئی ہے لیکن پھر بھی ہر ایک کو یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ خدا کی ذات بڑی بے نیاز ہے وہ اگر ہم سے جینے کے سہارے چھینتا ہے تو وہ زندہ رہنے کے وسیلے بھی پیدا کرتا ہے اور اسی لئے اس پاک ذات نے اگر میرے ماں باپ کو اپنے پاس بلایا ہے تو تاریک رات میں زندگی کی ایک چھوٹی سی کرن کو میرے لئے بچالیا ہے ویسے بھی جب ہم بہت اداس

ہوتے تھے تو پاپا اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے کہ

غمِ حُسین علیہ سلام سے ہم لوگ
علاجِ گردشِ لیل و نہار کرتے ہیں

علامہ عرفان حیدر عابدی دنیا بھر میں جن کے ایصال ثواب کے لئے مجالس ہوئی ہیں میری قوم کا ایک عظیم لیڈر، ایک لاجواب خطیب، میرے پاپا علامہ عابدی ایک ایسی شخصیت کے مالک تھے جن کو لفظوں میں لکھنا کم از کم میرے بس سے باہر ہے انکی ایک شخصیت میں ہزاروں رنگ بھرے ہوئے تھے بحیثیت خطیب ایک منفرد انداز بیاں کے مالک تھے جب وہ اپنے بچوں کے ساتھ ہوتے تھے تو محبت کرنے والے ایک شفیق باپ کے روپ میں نظر آئے، بحیثیت شوہر تو وہ اتنے وفادار ثابت ہوئے کہ اب تک ہم نے کتابوں اور افسانوں ہی میں پڑھا تھا کہ "ساتھ جئیں گے ساتھ مریں گے" لیکن پاپا امی کی ایک ساتھ موت نے ایک افسانوی فقرے میں حقیقت کا رنگ بھر دیا اور وہ دونوں ہمیشہ کے لئے امر ہو گئے جب وہ نانا بنے تو اس وقت وہ بہت خوش تھے جب پہلی بار انہوں نے اپنی نواسی کو اپنے ہاتھوں پر لیا اور محبت سے اس کا ماتھا چوم کر کہا اس کا نام "سکینہ عباس" ہے یہ مولا کی عطا ہے میں نے اسے منبر سے مجلس کے دوران دعا میں مانگا تھا پاپا کہیں مجلس پڑھ رہے تھے کہ مولا عباسؑ کی شہادت پڑھی اور یہ شعر بھی پڑھا ؎

تم کو عباسِؑ دلاور کی زیارت ہوگی
اپنی بچی کا اگر نام سکینہ رکھا

جب ہی انہوں نے دعا کی تھی کہ اے باب الحوائج آقا مجھے نواسی عطا کرنا اور میں اس کا نام "سکینہ عباس" رکھوں گا۔ بس سکینہ کے لئے تو وہ دیوانے تھے پنجاب میں ہوتے تھے تو کراچی کئی مرتبہ فون کرتے اور صرف سکینہ کی خیریت پوچھتے اس کے لئے کھلونے اور کپڑے لاتے دنیا کے کسی بھی کونے میں ہوتے بس سکینہ ہی انکی سوچوں کا محور ہوتی تھی اس

پیار کرنے والے نانا کو خدا نے دو نواسے بھی عطا کیئے فضل عباس اور مہدی عباس کبھی کبھی خوش ہوتے تو اکثر اپنے آپ کو آئینے میں دیکھ کر کہتے خدا نے مجھے نانا تو بنا دیا لیکن میں لگتا نہیں ہوں کہ تین نواسے نواسی کا نانا ہوں میری ماں بھی اپنے نواسی، نواسوں سے بے انتہا پیار کرتی تھی میر امیکه خوشیوں کا گہوارا تھا میں اکثر دعا مانگتی تھی مولا میر امیکه سلامت رہے ماں باپ سلامت رہیں میری خوشیوں کو کسی کی نظر نہ لگے۔ لیکن جب نظر لگی تو ایسی لگی کہ میری ساری دعائیں بے سود ثابت ہوئیں اور لمحوں میں میرے ہاتھ سے ریشم رشتوں کا دامن چھوٹ گیا اور میرے انتظار میں جاگنے والی آنکھیں ہمیشہ کیلئے بند ہو گئیں پاپا کے لئے لکھتے لکھتے میں بار بار اپنے عنوان سے بھٹک جاتی ہوں اور پاپا کے بارے میں لکھنے کے بجائے اپنے دل کی کیفیات لکھنے لگتی ہوں پاپا امی اور اپنی زندگی کے بارے میں زندگی کے کسی حصے میں شاید میں ایک کتاب لکھوں ابھی صرف اتنا ہی لکھوں گی ۔

وہ لوگ ہم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
ڈھونڈا تھا آسماں نے جنہیں خاک چھان کر

*

تعزیت نامہ

علامہ سید میثم کاظم جرولی صاحب قبلہ (بھارت)

خاموش ہوگئے چمنستاں کے رازدار
سرمایہ گداز تھی جن کی نوائے درد

علامہ سید عرفان حیدر عابدی ملتِ گریہ کن کی عظیم پونجی تھے۔ان کے اس طرح اچانک داغِ مفارقت سے ملت کی کمر ٹوٹ گئی ہے۔نوجوانانِ ملت علامہ عابدی کی اس حادثاتی موت پر تاحیات گریہ کناں رہیں گے۔

اس قحط الرجال عہد میں اچھے خطیب تو مل سکتے ہیں مگر اچھے انسان بہت مشکل سے دیکھنے میں آتے ہیں۔علامہ عابدی ممتاز خطیب بھی تھے اور اعلیٰ ظرف انسان بھی' علامہ سے ہمارے خاندانی روابط قدیمی تھے جنہیں انہوں نے وقت آخر تک نبھایا خاندانی قربت کی کشش اور دلی وابستگی ہی تھی جو انہیں 1988ء میں والد مرحوم خطیب الایمان طاب ثراہ کے انتقالِ پر ملال پر لکھنؤ کھینچ لائی۔اور علامہ نے والد مرحوم کی سہ ماہی کی مجلس خطاب کر کے حقِ رفاقت ادا کیا اس یادگاری مجلس نے اہل لکھنؤ کو علامہ عابدی کا گرویدہ بنادیا۔

اس کے بعد علامہ عابدی سے دوسری ادھوری ملاقات اس وقت ہوئی کہ جب میں 1997ء میں حیدر آباد سندھ عشرہ محرم میں مجالس پڑھنے گیا اور عشرہ کے بعد حیدر آباد سے مجلسی سفر پر لاہور آگیا اور یہاں سے علامہ سے فون پر رابطہ ہوا تو علامہ نے کراچی آنے کی دعوت دی۔اور کافی اصرار کیا مگر میں ہندوستان کی مجلسی مصروفیات کے سبب علامہ سے معذرت کر کے ہندوستان آگیا اس کا قلق مجھے قبر کی دیواروں تک رہے گا کہ علامہ سے صرف فون پر بات ہوئی اور ملاقات نہ ہوسکی۔

علامہ مرحوم افقِ خطابت پر ستارہ کی مانند ابھرے اور ماہتاب کی طرح چمکے

ہمارے ہیں حسینؑ

علامہ عرفان حیدر عابدی

اس شان سے دنیا سے سدھارے ہیں حسینؑ
ہر قوم یہ کہتی ہے ہمارے ہیں حسینؑ
تاریخ کی تقدیر کا ناسور یزید
اسلام کی قسمت کے ستارے ہیں حسینؑ
اعجاز ہے یہ تیرے لہو کا تو نے
سینے ہی نہیں دل بھی نکھارے ہیں حسینؑ
شیطان کو یہ ناز کہ میرا ہے یزید
انسان کو یہ فخر ہمارے ہیں حسینؑ
وہ حُر کی طرح زیست کی بازی جیتے
قدموں میں ترے آکے جو ہارے ہیں حسینؑ
ماتم کی دھمک ظلمِ یزیدی کی شکست
ہر لب پہ تری فتح کے نعرے ہیں حسینؑ

*

شریعتِ معصوم

عشرہ محرم حقیقتاً احیاء کلمتہ الحق کا عشرہ ہے ذکر حسینؑ فی الحقیقت ذکر رسولؐ کی سربلندی کا دیباچہ ہے۔ عشرہ محرم میں جو چودہ صدیوں پر محیط ہے، مسلسل ذکر اسلام کا ہوتا ہے مسلسل تذکرہِ توحید ہوتا ہے، مسلسل تبلیغ حق کی ہوتی ہے کسی بھی طریقہ ء عبادت سے اسلام کے متعلق وہ حقائق ملت اسلامیہ کے دل ودماغ میں نہیں آسکتے جو ان دس دنوں میں حقیقتِ اسلام کا رزق ملت اسلامیہ کو سپرد کیا جاتا ہے۔

جن ملکوں میں حسینؑ کا نام لیا جاتا ہے وہ ملک کبھی برباد نہیں ہوتے کبھی تباہ نہیں ہوتے اس لئے کہ حسینؑ نام ہے کامیابی کا، حسینؑ نام ہے کامرانی کا، حسینؑ نام ہے رستے

ہوئے ناسوروں کو معاشرے سے کاٹ کر ایک فلاحی معاشرے کی تکمیل اور تشکیل کا، تو جہاں کہیں بھی دنیا کے جس جس گوشے میں بھی حسینؑ کا نام لیا جارہا ہے وہاں آپکو زندگی ملے گی، حیات انسانی کی عزت ملے گی۔ عزت نفس میسر آئے گی لیکن جہاں حسینؑ کی مجلس برپا نہیں ہوتی جہاں حسینؑ کا تذکرہ نہیں ہوتا وہاں آپ کو ملوکیت ملے گی، بادشاہت ملے گی، سلطنت ملے گی، کاٹ کھانے والے لوگ ملیں گے، معاشرے پر ظلم کرنے والے لوگ ملیں گے عزیزان محترم! دنیا اب تک اس حقیقت سے واقف ہی نہیں کہ شریعت کہتے کسے ہیں؟

دنیا صرف یہ جانتی ہے کہ نماز پڑھنے کا نام شریعت ہے دنیا یہ جانتی ہے کہ شریعت کے نعرے کا نام شریعت ہے دنیا یہ جانتی ہے کہ صرف قرآن کی تلاوت کرنے کا نام شریعت ہے کعبے کے گرد چکر لگانے کا نام شریعت ہے چور کا ہاتھ کاٹنے کا نام شریعت ہے عزیزان محترم شریعت اس کا نام نہیں بلکہ شریعت نام ہے ان اوامر و نواہی الہیہ کا جس کی خبر ہمیشہ پروردگار عالم نے معصوم کے ذریعہ سے بھیجی۔ گنہگار کے ذریعے سے نہیں (نعرہ حیدری)

عزیزان محترم! دیکھیے شریعت راستہ ہے، شریعت جادہ ہے، شریعت ارادہ ہے، شریعت منہاج، شریعت صراط، شریعت معصوم کے قدموں کے نشان کا نام، معصوم قول و عمل کرتا رہے شریعت ترتیب پاتی رہتی ہے پروردگار عالم نے ایک لمحہ کے لئے بھی انسان کو محروم شریعت نہیں رکھا۔ بھئی! کوئی بھی عالم، فلسفی، اسکالر اٹھے اور اٹھ کر مجھے بتائے کہ پروردگار نے آج تک شریعت کا کوئی حکم کسی گنہگار کے ذریعے سے زمین پر بھیجا؟ جو بھی حکم شریعت آیا وہ معصوم کے ذریعے سے آیا۔ معصوم کا کام شریعت لانا ہے غیر معصوم کا کام شریعت نافذ کرنا نہیں ہے شریعت پر عمل کرنا ہے۔ (یا علیؑ، یا علیؑ، یا علیؑ)

اقتدار چانے کے لئے لوگ شریعتوں کی باتیں کرتے ہیں ہم قرآن اور حدیث سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ حکومت کسی کی رہی ہو، شریعت علیؑ کی چلے گی شریعت اور علیؑ میں کوئی فاصلہ نہیں ہے (نعرہ حیدری)

عزیزان محترم! محمدؐ و آل محمدؐ کے ذریعے سے جو شریعت توحید ہر دور میں آتی رہی آج تک اس میں کوئی تغیر آیا نہ تبدیلی آئی۔ آپ نے دنیاوی بادشاہوں کے پیدا کردہ اماموں سے چار شریعتیں لیں۔ شافعی شریعت، مالکی شریعت، حنبلی شریعت، حنفی شریعت چاروں نے ایک دوسرے سے اختلاف کیا یہ شریعت معصوم کہ میرے بارہ امام ایک فقہ کوئی تغیر نہیں (درود، نعرے) یا علیؑ یا علیؑ مولا آپ کو سلامت رکھے دراصل مسئلہ یہ درپیش رہا کہ صاحبانِ اقتدار واختیار نے شریعت کو موم کی ناک سمجھ کر اپنی مرضی کے مطابق قواعد وضوابطِ شریعت وضع کر کے اسی کا نام شریعت اسلام رکھ دیا۔ جو چیز ظل الٰہی کو پسند آئی خواہ وہ فرعون کی سنت ہی کیوں نہ ہو اسے شریعت بنا دیا گیا۔ اور جو چیز مزاج بادشاہی میں پسند نہیں آئی خواہ وہ سنت ابراہیمؑ ہی کیوں نہ ہو اسے بدعت قرار دیا گیا۔۔۔۔۔!

سورہ مبارکہ شوریٰ کی تیرھویں آیت میں ارشاد ہوا۔

شرع لکم من الدین ما وصی به نوحا

ہم نے تمہارے لئے بھی وہی راستہ پسند فرمایا جو راستہ ہم نے نوحؑ کے لئے مقرر کیا تھا کیونکہ آغازِ شریعت آدمؑ سے نہیں جناب نوحؑ سے ہے وہ نبی جو صاحب شریعت بھی ہے 'آدم ثانی بھی ہے نجی اللہ بھی ہے "ہم نے تمہارے لئے" کسے کہا جارہا ہے؟ اپنے حبیبؐ کو کہا جارہا ہے کہ وہی راستہ ہے ہماری شریعت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی جو شریعت ہم نے نوحؑ کو دی تھی اسی شریعت کو آگے بڑھایا گیا ہے

اور یہ بات بھی اپنے مقام پر طے ہے کہ جسے صاحبؐ شریعت بنایا اس پر پروردگار نے سلام بھیجا ہے (سلام علی نوح فی العالمین)

سلام ہو نوحؑ پر جسے ہم نے عالمین کے لئے نوحؑ بنایا آپ کا نام عبدالغفار عبدالرزاق ہے لیکن پروردگار عالم نے اس صاحب شریعت کا جب نام پکارا اور اس پر سلام بھیجا تو نوحؑ کہہ کر سلام بھیجا۔ پروردگار کو جناب نوحؑ کا نام نوحؑ اس لئے پسند آیا کہ امت جب مظالم

کرتی تھی تو نوحؑ گلیوں، کوچوں اور چوراہوں میں امت کے مظالم کا نوحہ پڑھتے ہوئے پھرتے اللہ کو یہ عمل اتنا پسند آیا کہ نوحے سے نام نوحؑ پڑ گیا۔ تو شریعت کی یہ بات تو طے ہوئی ناکہ صاحب شریعت نبی اگر گلیوں کوچوں میں نوحے پڑھے تو تسلیم کرو کہ نوحہ پڑھنا کسی دیوانی قوم کا طریقہ نہیں ہے نوحؑ کی شریعت ہے (درود اور نعرے)

اور جب نوحؑ اپنے گھر میں بیٹھ کر نہیں بلکہ گلیوں، بازاروں میں نوحے پڑھتے تھے تو انکی امت ان پر پتھراؤ کرتی تھی تو نوحہ پڑھنا شریعت ہوا۔ پتھر مارنا یزیدیت ہوا۔ (توجہ ہے) سلسلے تو جاری ہیں نوحؑ، سفینہ بناؤ ایک ایک جوڑا رکھو ہر مخلوق کا اس سفینہ میں ایک ایک جوڑا رکھتے چلے جاؤ اور دعوت سب کو دو ہمیں پتہ ہے کہ سب نہیں آئیں گے کچھ پہاڑ پر چڑھنے کے بھی شوقین ہیں سب نہیں آئیں گے خود تمہارا بیٹا ہی نہیں آئے گا نہ آئے۔ لیکن دعوت ضرور دینا، بلانا ضرور، حجت ضرور تمام کرنا، ایک ایک جوڑا رکھ دیا۔ جب سفینہ نجات میں سب سوار ہو گئے۔ جو خوش قسمت تھے وہی تو سوار ہوئے نا جو نوحؑ کے عزیز بھی نہیں تھے۔ یہ بھی خوش قسمتی انکی جو نوحؑ کا بیٹا تھا یہ بدقسمتی اس کی کہ وہ بیٹا ہونے کے باوجود سوار نہ ہو سکا۔ جو نوحؑ کی بیوی تھی یہ بدقسمتی اس کی کہ وہ شریکہ حیات ہونے کے باوجود بھی بغاوت کر گئی کس سے بغاوت کی؟ شوہر سے نہیں نبی سے (نعرہ حیدری) دوستو بہت بلند درجے پر آپ کو متوجہ ہونا ہے میں بہت شکر گزار ہوں 'بغاوت کس سے کی؟ شوہر سے نہیں نبی سے بغاوت کی۔ نوحؑ کے بیٹے نے بغاوت کس سے کی؟ باپ سے نہیں نبی سے نبی کون؟ صاحب شریعت تو صاحب شریعت نبی سے اگر بیوی بغاوت کرے تو وہ بھی ہلاک ہو جائے بیٹا بغاوت کرے وہ بھی ہلاک ہو جائے (نعرہ حیدری)

اللہ مثال پیش کرتا ہے نوحؑ کی بیوی کی اور لوطؑ کی بیوی کی کہ یہ دونوں ہمارے صالح بندوں کی بیویاں تھیں تو پھر ان دونوں نبیوں کی سفارش بھی ان خائن بیویوں کو ہمارے عذاب سے بچا نہیں سکی قدرت نے یہ اعلان کر دیا کہ اگر کوئی صاحب شریعت نبی کے گھر میں

بھی رہتا یار ہتی ہو اور بغاوت کا ارتکاب کرے تو اگر نبی بھی سفارش کرنا چاہے تو خدا معاف نہیں کریگا تو جو نبی کی سفارش پر قابل معافی نہیں ہے وہ ابو ہریرہ کی روایت سے معاف ہو جائے گی ؟ (توجہ ہے عزیزان محترم) (درود و نعرے)

پہلے صاحب شریعت نبی نے جو سفینہ نجات بنایا اس میں جو سوار ہو گیا نجات پا گیا جو اس سے علحیدہ ہو گیا غرق ہو گیا۔

دوستو کشتی کا تصور کیا ہے ؟ آدمی جب تک کنارے پر بیٹھا رہے اپنے اختیار میں ہوتا ہے جب کشتی میں سوار ہو جاتا ہے تو پھر اپنا اختیار ختم۔ اس نے اپنی زندگی کو کشتی کے حوالے کر دیا۔ چاہے کنارے پر اتار دے چاہے درمیان میں غرق کر دے۔ کشتی کنارے پر، تو سوار کنارے پر' اب کشتی کا مرہون منت رہا اسی لئے پیغمبر اسلام نے فرمایا میرے اہلبیتؑ کی مثال سفینہ نوحؑ کی مثال ہے جو اس میں سوار ہو گیا اس نے نجات پائی۔ جو اس سے دور ہو گیا وہ غرق ہو گیا۔ تو عزیزانِ محترم اس دنیا میں جلوس جتنے بھی نکالیں نعرے جس کے مرضی لگائیں لیکن ایسی کشتی میں نہ بیٹھ جانا جس کے ناخدا کو اپنے غرق ہونے کا اندیشہ ہو اور جو قدم قدم پر اپنی ہلاکت کا خود اعلان کر رہا ہو (صلوۃ) کسی ایسی کشتی میں بیٹھنا جو یہاں سے چلے حوض کوثر پر پہنچے (درود و نعرے)

دیکھیئے ! سفینہ ء نوح جناب نوحؑ نے بنایا ! طوفان اترا' معاملات ختم ہوئے ایک دنیا ان جوڑوں سے پیدا ہوئی۔ جو جوڑے کشتی میں موجود تھے آدم ثانی جناب نوحؑ کو کہا جاتا ہے ایک نیا زمانہ پیدا ہوا۔ نئے لوگ پیدا ہوئے ایک طویل عرصے کے بعد 1902ء میں روس کے تحقیقی ادارے کے تحت اٹلی کی اٹالین ٹیم نے 1902ء میں جب آثار قدیمہ کی تلاش کرتے کرتے وادی نوحؑ اور وادی خلیل کا دورہ کیا۔ اس زمانے کے اخبارات گواہ ہیں اس تحقیقاتی ٹیم نے 1902ء میں وادی کا دورہ کیا وہاں سے کھدائی شروع کی اور وہاں سے آثار قدیمہ کو نکالا تو ایک مقام پر یروشلم کے نزدیک کے مقام پر کھدائی کرتے کرتے ایک تختی

برآمد ہوئی اس تختی کو جب صاف کیا گیا اس پر غیر مانوس زبان میں کچھ حروف لکھے ہوئے تھے اس کے لئے ماہرین لسانیات کو بلایا گیا۔ ان سب نے متفقہ طور پر ساسائی، ثانی اور عبرانی زبان کو ترجمہ کرتے کرتے جب انگریزی میں لے کر آئے اور تختی کے ان حروف کو پڑھا تو اس پر لکھا تھا کہ یہ تختی نہیں ہے بلکہ حصہ ہے نوحؑ کی کشتی کی ایک دیوار کا، کشتی نوحؑ کے ٹکڑوں سے برآمد ہونے والی لکڑی کی تختی پر کنندہ ساسانی زبان کی دعا جو روس کے عجائب گھر میں ترجمہ کر کے رکھی گئی۔

O My Lord, my saviour, help me, keep my hand with nerry in the name of those thou created the world muhammad, Alyia, Fatima, Shabbar and Shabeer these personalities are thou beloved.

اے میرے اللہ اے میرے پناہ دینے والے' مدد کر میری اور اس کشتی کی پنجتن کے نام کے صدقے میں مجھے نجات دے محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ کے صدقے میں مجھے نجات دے۔

روس کے میوزیم میں آج بھی یہ تختی رکھی ہوئی ہے تو نوحؑ کی شریعت پہلی شریعت تھی نہ اگر اس شریعت میں بھی اگر اپنی نجات مانگی ہے تو پنجتن کے ذریعے سے! تو تسلیم کرو کہ کائنات میں جب نوحؑ جیسا نبی اپنے طوفان نوح سے پنجتن پاکؑ کے حوالے کے بغیر گزر نہیں سکتا۔ تو مسلمان گناہگاروں کے ذریعے پل صراط سے کیسے گزرے گا۔ (یا علیؑ یا علیؑ نعرے)

آج کل ہمارے نوجوان جس وجہ سے پریشان ہیں اور اکثر مجھ سے کہتے ہیں کہ لوگ ہمیں رافضی کہتے ہیں تو میں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ عزیزان محترم کوئی اگر ہمیں رافضی کہے تو مت چڑا کرو۔ ہاں ہم رافضی ہیں الحمد اللہ خدا کی قسم ہم رافضی ہیں،

مصطفٰیؐ کی قسم ہم رافضی ہیں، قرآن کی رو سے ہم رافضی ہیں، بھئی حدیث کی قسم ہم رافضی ہیں علیؑ کی قسم ہم رافضی ہیں، میرے نوجوان دوستو برا نہ منایا کرو۔ رافضی ہونا کوئی بری بات نہیں ہمارا ٹائٹیل ہے ہمارا طرہ ءِ امتیاز ہے یہ تو جاہل ہیں انہیں تو پتہ نہیں کہ رافضی کہتے کسے ہیں؟

عزیزان محترم جب موسیٰؑ کو پروردگار نے فرعون کے دربار میں بھیجا موسیٰؑ شیعہ تھے نا، ذہن میں رکھو دوستو اگر سارا مجمع چھلک کر علیؑ کی ولایت کا اعلان غدیر خم کی طرح نہ کرے تو پھر علیؑ سے مانگی ہوئی تاثیر کی بھیک کا فائدہ کیا ہے (نعرہ حیدری) مگر آپکی توجہ اسی طرح چاہیے مولا آپکو سلامت رکھے۔

اب موسیٰؑ گئے نا' فرعون کے دربار میں اس لئے کہ وہ باغی ہو گیا تھا موسیٰؑ شیعہ تھے نا' گئے (بڑی توجہ) اس نے اپنے جادوگر اکھٹے کئے واقعہ آپکا سنا ہوا ہے ایک جملہ کہہ رہا ہوں۔ جادوگر اکھٹے کئے۔ جادوگروں نے رسیاں پھینکیں سانپ بنے موسیٰؑ نے عصا پھینکا اژدھا بنا شیعہ کا اژدھا فرعون کے سانپ نگل گیا۔ اژدھے نے جادوگروں کے چھوڑے ہوئے چالیس سانپوں کو نگل لیا۔ موسیٰؑ نے اٹھایا پھر عصا بن گیا۔ جادوگر پریشان ہو گئے جب انہوں نے اپنے جادو کا یہ حشر دیکھا اپنے سانپوں کا یہ حشر دیکھا تو ایک مرتبہ تو سب کے سب گھبرا گئے۔ فرعون کو چھوڑا' اور نبی اور اسکے ولی کا کلمہ پڑھا بے ساختہ فرعون نے جلال کے عالم میں پہلی مرتبہ کہا" انتم رافضون "کیا تم سب کے سب رافضی ہو گئے ہو؟ اب پتہ چلا کہ جو فرعون کو چھوڑ کر نبی اور ولی کا مکمل کلمہ پڑھے اسے رافضی کہتے ہیں۔ (نعرہ حیدری)

عزیزان محترم اسی طرح توجہ فرماتے جائیں کبھی سوچا ابوذرؓ کو سب سے زیادہ سچا انسان ہونے کی رسولؐ نے سند دی۔ آخر کیوں؟ وجہ کسی نے نہیں بتائی کہ آخر اتنی بڑی سند کیوں ملی۔ اگر سب سے بڑی سچائی" لا الہ الا اللہ" ہے تو وہ سب کہتے تھے اگر سب سے بڑی سچائی محمدؐ رسول اللہ ہے تو وہ سارے صحابی کہتے تھے اگر سب سے بڑی دلیل ایمان نماز ہے تو وہ

سب پڑھتے تھے اگر حج ہے تو وہ سب نے کیا تھا اگر یہی فرمادیتے کہ ابوذرؓ تم سب سے زیادہ سچے ہو تب بھی کوئی بات ہوتی۔ نہیں آسمان کے نیچے تم سے زیادہ سچا ہے ہی نہیں زمین کے اوپر کوئی تم سے سچا ہے ہی نہیں اور جو تم سے زیادہ سچا ہونے کا دعویٰ کرے اسے چاہیے کہ میرے آسمان سے بھی نکل جائے میری زمین سے بھی نکل جائے ابوذرؓ سے زیادہ سچے انسان پر بقول رسولؐ آسمان نے سایہ نہیں کیا وجہ کسی نے نہیں لکھی اس لئے کہ بکا ہوا مورخ تھا اور بکا ہوا مورخ ہمیشہ بادشاہوں کے مزاج کے مطابق تاریخ لکھا کرتا ہے حقائق تحریر نہیں کرتا۔ (نعرہ حیدری) نہ کسی محدث نے لکھا نہ کسی راوی نے وجہ بتائی۔ یہ سب نے لکھا کہ ابوذرؓ کو سب سے زیادہ سچا انسان ہونے کی رسولؐ نے سند دی۔ وجہ کسی نے نہیں لکھی چودہ سو برس بعد سیالکوٹ کی سرزمین پر ایک مرد قلندر پیدا ہوا شاعر مشرق علامہ اقبال کہلایا۔ ایک مرتبہ علیؑ کے تولا کی شراب پی کر علوم مشرق اور مغرب کا سارا مطالعہ کر کے بے ساختہ وجہ بتا دی۔ علامہ اقبالؒ نے کہا رسولؐ نے ابوذر کو سچا اس لئے کہا کہ ابوذر نے قدم قدم پر گلی گلی میں، کوچہ کوچہ میں، قریہ قریہ میں یہی کہا کہ!

نعرہ حیدر نوائے بوذر است

گرچہ از حلقِ بلال و قنبر است

علیؑ کا نعرہ اصل میں ابوذرؓ کی آواز ہے خواہ بلال کے گلے سے نکلے یا قنبر کے گلے سے نکلے، یہ ہے سب سے بڑی سچائی (نعرہ حیدری)

ظاہر ہے ابوذرؓ زمانہ رسالت میں تھا نا رسولؐ کے سامنے یا علیؑ کا نعرہ لگانا بدعت نہیں ہے شریعت ہے بدعت وہ ہے جو رسول کے بعد شروع ہو، توجہ ہے (نعرہ حیدری)

عزیزان محترم! ساری شریعت کا ماخذ تو قرآن ہے قرآن اس وقت نازل ہونا شروع ہوا جب آپ لات و منات و عزیٰ کے قدموں میں ہوں گے یا کفر کدوں میں پرورش پا رہے ہونگے۔ یا بھیڑ بکریاں چرا رہے ہونگے یا شراب کے ٹھیکے لے رہے ہونگے یا کپڑے بیچ

رہے ہونگے یاہت گری کر رہے ہونگے (نعرہ حیدری)

آپ کو کیا علم کہ قرآن کی کونسی آیت کب اور کہاں کیوں اور کس پس منظر میں نازل ہوئی ؟ دیکھئے آغاز ہی میں جب علیؑ نے بعد رسول اللہؐ تنزیل کے مطابق یعنی جیسے جیسے قرآن کی آیتیں نازل ہوئیں تنزیل کے مطابق قرآن ترتیب دے دیا تھا تو قرآن قبول کر لیتے آپکی تو مشکل آسان کردی تھی مشکل کشائے دوعالم نے، پھراس کے بدلے میں علیؑ یہ تو نہیں کہہ رہے تھے کہ یہ قرآن لے لواور تخت دے دو۔ علیؑ تو قرآن دے رہے تھے تو یہ قرآن آپ نے علیؑ سے لیا کیوں نہیں ؟ آخر وجہ کیا تھی قرآن تو آپ کے لئے کافی تھا ؟ آخر بعد میں بھی تو آپ کو یہی قرآن پوچھنے کے لئے علیؑ کے پاس ہی آنا پڑا ؟

تو آج آپ کس بات پر فخر کرتے ہیں کس بات پر ناز کرتے ہیں ؟ سب مسلمان ایک ہیں سب کا اللہ ایک ہے سب کا رسولؐ ایک ہے سب کا قرآن ایک ۔ارے سجدے کیا کرو ابو طالبؑ کے بیٹے کو جس کی بصیرت کیوجہ سے مسلمانوں کے فرقے تو بہتر 72 ہو گئے مگر قرآن ایک رہا (نعرے درود)

یہ مجلسیں دعوتِ فکر کے لئے ہیں سمجھو شریعت کیا ہے وارث شریعت تھا نا علیؑ اس لئے قرآن واپس لے لیا، اچھا جو تم نے جمع کیا ہے چلو اس کو رائج کر دو میں قرآن پر اختلاف نہیں چاہتا میرا کیا بگڑے گا۔ آج نہیں آؤ گے کل تخت سے اتر کر میرے دروازے پر مسئلہ پوچھنے آؤ گے جب ہلاکت میں پڑو گے، جب قیصر روم سوال کرے گا آؤ گے (صلواۃ بھیجیں نا)

" وَسۡـَٔلۡ مَنۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رُّسُلِنَاۤ ": (زخرف ۴۳)

قیصر روم نے سوال کیا تھا کہ مجھے سورہ زخرف کی اس آیت اے میرے رسولؐ سوال کر ان نبیوں سے جنہیں ہم نے تجھ سے پہلے بھیجا تھا۔

یہ تھی وہ آیت قیصر روم کا کہنا تھا کہ یہ قرآن کی آیت ہی نہیں۔ جب یہ سوال آیا

حکومت چکرا گئی پریشان ہو گئی۔ قیصر روم نے پوچھا کہ حضورؐ تو سب سے آخر میں آئے وہ تو آخری نبی تھے (بڑی توجہ) جب وہ مکے میں آئے تو نہ آدمؑ تھے نہ نوحؑ تھے نہ شیثؑ تھے نہ ابراہیمؑ تھے نہ اسماعیلؑ تھے نہ داؤدؑ تھے نہ سلیمانؑ تھے نہ اسحاقؑ تھے نہ یعقوبؑ تھے کوئی بھی نبی نہیں تھا تو خدا یہ کیسا عبث حکم دے رہا ہے کہ ان سے سوال کر، ان سے سوال کر، رسولؐ کے زمانے میں نبی تھے کہاں جن سے رسولؐ سوال کرے ؟ اگر رسولؐ سوال نہیں کرتا تو آیت کی نافرمانی ہوتی ہے سوال کرے تو ہیں کہاں جن سے سوال کریں حکومت چکرا گئی، پریشان ہو گئی کہ واقعتاً یہ تو بڑی عجیب بات ہے کہ جب حضورؐ معبوث رسالت ہوئے اس وقت تو کوئی بھی نبی مکے میں نہیں تھا آخر میں گھبرا کر مجلس شوریٰ نے فیصلہ کیا کہ قیصر روم کو لکھ کر بھیج دو بھئی یہ آیت ہی نہیں ہے غلطی سے آگئی ہو گی۔

یہ ہے شریعت ان سے لوگے شریعت، جو آیت پر ہی چھری چلادیں کوئی نبی تو ہے نہیں سوال کس سے کریں، اسلام کی بے حرمتی ہونے والی تھی، اسلام کی عزت خطرے میں تھی، قرآن کا وقار خطرے میں تھا شریعت خطرے میں آگئی تھی کہ ایک مرتبہ آیت پر قلم چلنے والا تھا آیت کو قرآن سے نکالا جانے والا تھا بزور حکومت، کہ علیؑ کے دروازے پر اپنی سفید داڑھی سے جھاڑو دینے والا اَلسَّلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ کی منزل پر فائز سلمان فارسیؓ جو شریعت معصوم کا قائل تھا بہت توجہ، بہت توجہ اس نے کہا خدا کے لئے ظالمو قرآن کی آیت پر چھری کیوں چلا رہے ہو۔ کچھ تو تدبر کرو، خود ہی فیصلے کیوں کر رہے ہو، کوئی پہلا اتفاق تو نہیں ہے اس سے پہلے بھی تو اپنی جان بچانے کے لئے اس کے پاس جاتے رہے ہو آج قرآن بچانے کے لئے چلے جاؤ۔ یا علیؑ، یا علیؑ، یا علیؑ

صاحب تفسیر قمی نے بھی اسے لکھا ہے اور قول معصوم صادق آل محمدؐ امام جعفرؑ کا حوالہ ہے، حوالہ بھی دے رہا ہوں دوستو تا کہ بات واضح ہو۔ جان بچانے کے لئے جا سکتے ہو، قرآن بچانے کے لئے نہیں جا سکتے ؟ پوچھ اگر وارث کہہ دے کہ آیت نہیں ہے تو پھر نہیں

ہے اگر وارث کہہ دے نا کہ یہ نہیں ہے تو پھر نہیں ہے اس سے کم کے کسی آدمی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ یہ آیت نہیں ہے (صلوۃ محمدؐ و آل محمدؐ پر)

دوستو بات اسلام کی عزت کی تھی قرآن سر پر اٹھایا۔ علیؑ کی بارگاہ میں پہنچ گئے مولا مشکل آپڑی ہے قیصر روم نے سوال بھیج دیا ہے آیت یہ ہے، توجہ عزیزان محترم! کہا یہ آیت ہے تو اس میں معنی کیوں نہیں؟ کہا مولا دس مرتبہ یہ آیت پڑھی مگر یہ آیت تو بنتا ہی نہیں رہی۔ آیت تو سمجھا ہی نہیں رہی۔

ان رسولوں سے پوچھ جنہیں ہم نے تجھ سے پہلے بھیجا تھا کہ انہیں کس بات پر نبوت عطا کی تھی (پوری توجہ) کہا سمجھ میں نہیں آرہا۔ اس لئے کہ جب سرکار رسالت مابؐ تشریف لائے تو اس وقت تو یہاں کوئی نبی نہیں تھا۔ تو پھر حضورؐ نے کس سے سوال کیا علی مرتضیٰؑ کہتے ہیں وارث شریعت سمجھاتا ہے تمہاری بھی پیدائشی جہالت ہے۔ یہ آیت نہ مکہ میں نازل ہوئی نہ مدینے میں نہ زمین پر، نہ فضا میں بلکہ یہ آیت عرش ہفتم پر اس وقت نازل ہوئی جب ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر شبِ معراج میرے رسولؐ کی پیشوائی اور سلامی کیلئے سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سرکارؐ کے پاس آئے سلام کیا اس وقت آیت براہ راست جبرئیلؑ کے بغیر آیت آئی میرے حبیبؐ اسی لئے معراج پر بلایا تھا ان سب سے پوچھ لو کہ ہم نے کس بات پر تاج نبوت عطا کیا تھا۔ اس وقت رسول اللہؐ نے سوال کیا اے گروہ انبیاء بتاؤ تمہیں کس بات پر تاج نبوت عطا کیا تھا۔ کنز العمال ملّا علی متقی قاری اہل سنت کا عالم یہ جملہ لکھتا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے یک زبان ہو کر کہا کہ یا نبیؐ آپ کی نبوت کے اقرار پر اور آپ کے بھائی علیؑ کی ولایت کے اقرار پر ہمیں نبوت ملی۔ اب بھی پوچھنا چاہتے ہو کہ شریعت اور شیعت میں کیا فرق ہے (توجہ) نعرہ حیدری پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ قرآن کے ساتھ ہے تو اگر شیعہ کے معنی یہ ہیں کہ جو علیؑ کے ساتھ وہ شیعہ ہے تو قرآن بھی تو علیؑ کے ساتھ ہے (نعروں کی گونج)

عزیزان محترم! کسی روایت میں نہیں کہ پیغمبر اسلام نے قرآن کو اپنے بعد علیؑ کے علاوہ کسی اور کے حوالے کیا ہو؟ قرآن علیؑ کے ساتھ، علیؑ قرآن کے ساتھ جچتا بھی ہے، سجتا بھی ہے، زیب بھی دیتا ہے، شایان شان بھی ہے، اسلئے کہ قرآن بھی پاک، علیؑ بھی پاک، قرآن بھی طاہر علیؑ بھی طاہر، قرآن بھی طیب، علیؑ بھی طیب، قرآن بھی ہادی، علیؑ بھی ہادی، قرآن بھی نور، علیؑ بھی نور، قرآن بھی نازل ہوا، علیؑ بھی کعبہ میں نازل ہوا، قرآن میں سورۃ کوثر، علیؑ ساقی کوثر، قرآن میں سورہ آل عمران، علیؑ فرزند حضرت عمران، قرآن میں قل ھواللہ احد، علیؑ اللہ کی وحدانیت کی سند، قرآن کیطرف نظر کرنا عبادت، علیؑ کے چہرے کی طرف بھی نظر کرنا عبادت، جو قرآن سے منہ موڑے وہ بھی کافر جو علیؑ کو چھوڑے وہ بھی کافر۔

یا علیؑ، یا علیؑ (پرجوش نعرے اور درود)

قرآن ۔۔۔۔اب پھر دوسری دلیل دوستو، قرآن بھی شیعہ، کیوں؟ اس لئے کہ قرآن میں ۲۹ مقامات ایسے ہیں کہ جہاں آیتوں کی یا سورتوں کی ابتداء حروف مقطعات سے ہوئی اور علماء کی سمجھ میں یہ حروف نہیں آئے تو انہوں نے کہا کہ یہ ایسے حروف ہیں کہ ان کا علم اللہ کے علاوہ کسی کو نہیں۔ میں پوچھتا ہوں میری جان، اگر اللہ کے علاوہ ان حروف مقطعات قرآن کا علم کسی کو نہیں۔ رسولؐ جانتا نہیں؟ امام کو پتہ نہیں؟ مولوی کے علم میں نہیں۔ تو پھر فائدہ کیا ہے ان حروف کا؟ پوری توجہ، اور اگر قرآن مین ایک لفظ بھی عبث ہو جائے تو شریعت معصوم میں پورا قرآن مشکوک ہو جاتا ہے۔ یہ ہمارا ایمان ہے۔

حروف مقطعات کتنے ہیں؟ (۲۹)

ان کے تکرار نکالئے کتنے ہیں؟ چودہ اور جب یہ چودہ حروف نکالے تو عزیزان محترم ان چودہ حرفوں کو بڑے بڑے اصفہانی جیسے صاحبان لغت عربی لکھ لکھ کے مر گئے مر مر کے لکھتے رہے لکھ لکھ کے مٹاتے رہے، مٹا مٹا کے لکھتے رہے۔ جنہوں نے چار کروڑ عربی کے الفاظ لغت میں داخل کئے۔ ان چودہ حروفوں سے یہ چاہا کہ کوئی ایک بامعنی جملہ تلاش کر

لیں۔ نہیں تلاش کر سکے۔ جو حروف مقطعات نکالے تو لفظ بنے۔

ص۔ ر۔ ا۔ ط (صراط) ع۔ ل۔ ی (علی) ح۔ ق (حق) ن۔ م۔ س۔ ک۔ ہ (نمسکہ) چودہ دیکھتے جاؤ۔ سب نے بڑے بڑے جملے بنائے کوئی بامعنی جملہ نہیں بنا۔ آخر میں سارے عربی دانوں نے کہا پورے قرآن کے حروف مقطعات کا جو ست نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ صرف علیؑ کا راستہ حق ہے (نعرہ حیدری) علیؑ مولا، علیؑ مولا، علیؑ مولا۔

عزیزان محترم! ہمارے مذہب شیعت میں جو کام بھی ہے وہ شریعت کے مطابق نوحؑ سے شریعت کا آغاز ہوا۔ نوحؑ کا سب سے بڑا کام نوحہ پڑھنا۔ نوحہ پڑھنا شریعت اور پھر اس شریعت کی پابندی ۵ ۳ ہزار انبیاء نے کی اس میں یعقوبؑ بھی ہیں یوسفؑ بھی ہیں! یعقوبؑ کا بیٹا آنکھوں سے او جھل ہوا ہے علم نبوت سے یقین ہے کہ زندہ ہے مگر رو رہا ہے قرآن کا فیصلہ دے رہا ہوں علم نبوت سے یقین ہے کہ بیٹا زندہ ہے صرف آنکھوں سے او جھل ہوا ہے اتنا روئے، اتنا روئے کہ آنکھیں سفید ہو گئیں، بینائی جاتی رہی، اور پھر اب جملہ سننا چاہتے ہو ہم پر اعتراض کرنے والو، ہماری شرعی عبادت عزاداری کو بدعت کہنے والو تاریخ کے شریعت نا آشنا بد نصیبو! ہم اگر علم کے پھریرے کو چوم لیں تو بدعت کہا جاتا ہے پچاس میل دور سے یعقوبؑ نے اپنے بیٹے کے پیراہن کی خوشبو سونگھ کر کہا تھا میرا بیٹا آرہا ہے (نعرہ) اور یہ کرتہ جناب یوسفؑ کا جب خدمت یعقوبؑ میں پیش کیا گیا تو یعقوبؑ نے اس کرتے کو جب آنکھوں سے لگایا بینائی آئی کیا سن رہے ہیں آپ ؟ معصوم سے منسوب کرتے کو آنکھوں سے لگایا تو نبی کو شفا ہوئی نا۔ ارے یوسفؑ جیسے نبی کہ جو شہید نہیں ہوئے تھے جن کے خون کا قطرہ نہیں بہا تھا ان کا کرتہ اگر نبی آنکھوں سے لگالے اس کی بینائی واپس آجائے تو جس علم کے پھریرے میں عباسؑ جیسے غازی کا خون شامل ہوا اگر ہم اسے آنکھوں سے لگائیں تو فتوے لگاتے ہو۔

کون عباسؑ؟ علیؑ کی نماز شب کی دعا۔ وہ علیؑ جس نے زندگی میں اپنے خدا سے اپنے

لئے کبھی کچھ نہیں مانگا، وہ نمازِ شب میں کہہ رہا ہے پروردگار مجھے ایک بیٹا دے دے۔ میرے مالک حسنؑ و حسینؑ تو محمد مصطفیٰؐ کے بیٹے ہیں۔ (گریہ و ماتم کی آوازیں)

عباسؑ جو ایک مشک پانی لینے دریا پر گیا اور مسلمانوں نے ایک بچی کے لئے پانی نہیں لانے دیا۔ سنو گے دوستو مصائب کا جملہ ایک شخص نے کربلا میں منت مانی۔ آٹھ محرم کو مولا آپ کی حاضری دلاؤں گا مگر شرط یہ ہے کہ فاتحہ آپ دیں۔ اور سائل نے حاضری کا اہتمام کر لیا۔ گھر صاف کر دیا عزادارو! حاضری لگ گئی۔ انتظار کرتا رہا۔ بیوی سے کہہ دیا دروازہ نہ کھولنا میرا غازیؑ خود آئے گا۔ حاضری دینے کے لئے، کوئی نہیں آیا مغرب کا وقت ہو گیا کیوں نہیں آیا کہا اگر غازیؑ نہیں آیا تو میں حاضری بھی نہیں دلاؤں گا۔ تھوڑی دیر کے بعد دق الباب ہوا۔ زوجہ نے کہا کہ ایک شخص عبا پہنے ہوئے عمامہ پہنے ہوئے دروازے پر کھڑا ہوا ہے زوجہ واپس آئی اور کہا غازیؑ تو نہیں ہاں ایک عرب کھڑا ہوا ہے بڑا وجیہہ نوجوان ہے چاند سا چہرہ ہے، چہرے پر نقاب ہے نور نقاب سے جھلک رہا ہے اس مومن نے جس کا نام عبداللہ ابن سعید تھا جلدی سے دروازہ کھولا بھائی تو کون ہے وہ شخص جو دروازے کے باہر کھڑا تھا وہ کہتا ہے سنا ہے تو نے عباسؑ کی حاضری دلائی ہے وہ شخص عبداللہ ابن سعید کہتا ہے ہاں حاضری تو دلائی ہے مگر ابھی حاضری کھولی نہیں اسلئے کہ میرا غازیؑ ابھی حاضری دینے نہیں آیا۔ کہا ہمیں اندر تو لے چل، جب تیرا غازیؑ آجائے گا ہم بھی جبھی حاضری کر لیں گے۔ عزادارو! وہ عبداللہ ابن سعید اس جوان کو لیکر اندر چلا گیا مغرب کا وقت ڈھلتا گیا۔ کہا بہت دیر ہو رہی ہے اے مومن اگر اجازت ہو تو میں فاتحہ دے دوں عباسؑ کی، کہا ہاں بہت دیر ہو گئی پتہ نہیں میرا مولا کیوں نہیں آیا۔ اب جملہ سننا اس شخص نے کھڑے کھڑے فاتحہ دینا شروع کی۔ اس طرح نہیں جیسے ہم ہاتھوں کو اٹھاتے ہیں فاتحہ دیکر کہا حاضری کھول دے۔ عبداللہ کہتا ہے اے شخص یہ کیسی حاضری، تو نے ہاتھ تو اٹھائے نہیں وہ شخص کہتا ہے

ارے میرے ہاتھ ہیں کہاں ؟

اگر میرے ہاتھ ہوتے تو کیا سکینہؑ کو طمانچے لگتے، بی بی زینبؑ کی چادر چھینی جاتی، ماتم کرو، عزادارو سنو گے عباسؑ کے مصائب۔۔۔۔۔!

کون عباسؑ، فاطمہ زہراؑ کی دعا عباسؑ، علیؑ کا لعل عباسؑ، حسینؑ کا قوت بازو عباسؑ، سکینہؑ کا آسرا عباسؑ، زینبؑ کا پردہ عباسؑ، ام کلثومؑ کا فدیہ عباسؑ، ام البنینؑ کا بیٹا عباسؑ، بڑا ناز تھا شہزادی ام البنینؑ کو اس عباسؑ پر۔ راوی بیان کرتا ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد بی بی رات کے وقت روضہ رسولؐ پر آکر بیٹھ جاتی۔ جملہ نہیں سن سکو گے اور کہا کرتی تھی عباسؑ مجھے یقین نہیں آتا کہ تیرے بازو کٹ گئے ؟ لیکن عباسؑ جب یہ سنتی ہوں کہ زینبؑ کے سر سے چادر اتر گئی سیکنہؑ کے طمانچے لگ گئے تو یقین کرنا پڑتا کہ تیرے بازو کٹ گئے ہوں گے جبھی تو زینبؑ کی چادر اتری، سکینہؑ کے طمانچے لگے۔

عزادارو! عباسؑ ہاتھ جوڑے ہوئے مولا کے سامنے کھڑے ہیں مولا! مجھ سے اب بچوں کی پیاس نہیں دیکھی جاتی۔ مجھے اجازت دے دو، مولا حسینؑ نے اجازت دی مگر کہا عباسؑ ذرہ زینبؑ سے جا کر اجازت لے آؤ۔ بس چند جملے مجلس ختم! عباسؑ آئے۔ شہزادی مجھے اجازت دو۔ شہزادی زینبؑ نے دونوں ہاتھوں سے اپنی چادر سنبھال کر کہا کیا کہہ رہے ہو عباسؑ ؟ عباسؑ کیا کہا جانے دوں ؟ ہاں شہزادی ! کہا اچھا عباسؑ ٹھہر جا۔ آواز دی بیبیو! ادھر آؤ۔ عباسؑ کے گرد حلقہ بناؤ۔ جب ساری سیدانیاں کھڑی ہو گئیں تو زینبؑ، عباسؑ کے قریب کھڑی ہو کر کہتی ہے سیدانیو علیؑ کی بیٹی کو معاف کر دینا میں اپنا وعدہ واپس لے رہی ہوں۔ میں نے مدینے سے چلتے ہوئے وعدہ کیا تھا کہ تمہاری چادروں کی حفاظت کروں گی۔ زینبؑ اپنا وعدہ واپس لے رہی ہے اس لئے کہ جس پر ناز تھا وہ مرنے کے لئے جا رہا ہے اب تو زینبؑ کی چادر کا بھی خدا حافظ۔۔۔۔۔!

مشک لی، علم اٹھایا، چلے عزادارو! ایک سوال کا جواب جب تک عباسؑ زندہ رہے خدا کی قسم بچوں نے پانی مانگا۔ لیکن مجھے کسی مقتل میں نظر نہیں آیا کہ عباسؑ کے مرنے کے بعد کسی بچے نے پانی مانگا ہو۔

عباسؑ چلے حسینؑ نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کہا عباسؑ میری کمر ٹوٹ گئی۔ عباسؑ گئے۔ حسینؑ نے آواز دی۔ علی اکبرؑ بیٹا میرے قریب آؤ۔ مجھے چچا کی جنگ کا نقشہ بتاتے رہنا۔ عباسؑ کے جانے سے مجھے نظر نہیں آتا۔ اب علی اکبرؑ بتا رہے ہیں بابا، عمو جا رہے ہیں حسینؑ کو تسلی ہے اکبرؑ کہتے ہیں بابا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چچا واپس آ رہے ہیں بہت روؤ گے یہ جملہ سن کر چچا کنارے پہ پہنچ گئے چچا دریا سے نکل آئے۔ حسینؑ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ علی اکبرؑ خوش ہو کر کہتے ہیں بابا علم خیمے کی طرف بڑھ رہا ہے حسینؑ نے شکر ادا کیا اگر سن سکو تو دلوں پہ ہاتھ رکھ کے سن لینا ایک جملہ۔ ایک مرتبہ اکبرؑ نے چلا کر کہا، بابا علم نے دائیں سے بائیں کروٹ لی۔ حسینؑ نے کہا پروردگار میرے بازو کی خیر۔ اکبرؑ کہتے ہیں بابا علم نے پھر بائیں سے دائیں کروٹ لی۔ بابا علم لہرا رہا ہے بابا علم جھکا، بابا علم نظر نہیں آ رہا۔ حسینؑ اکبرؑ کو لئے ہوئے دوڑے عباسؑ کی طرف ۔ عباسؑ کے قریب پہنچ کر کہتے ہیں عباسؑ میں آ گیا۔

حسینؑ آئے زانوں پر سر رکھا۔ عباسؑ کوئی خواہش بھیا جملہ سن لو۔ عباسؑ کہتے ہیں آقا بس ایک خواہش ہے میری لاش خیمے میں نہ لیجائیے۔ میں سکینہؑ سے وعدہ کر کے آیا تھا۔ لیکن پانی نہیں لا سکا۔ میں شرمندہ ہوں۔ میری شہزادی پیاسی رہ گئی۔۔۔۔ ہائے عباسؑ

میں آپ کی وفا کے قربان۔۔۔۔۔۔۔۔!

*

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شانِ رسالتؐ

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ وَمَا يَنْطِقُ
عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى

سورہ مبارک نجم کی ابتدائی چار آیات کی تلاوت کا شرف حاصل کیا گیا۔ یہ مکی سورۃ ختمی مرتبت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰؐ کے عصمتِ تکلم کی قسمیں کھاتا نظر آتا ہے۔ پروردگار عالم نے اس سورۃ مبارکہ میں قسمیں کھا کر اعلان کیا کہ "وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى" قسم ہے ستارے کی کہ جب وہ ٹوٹا۔ ہمارا نبیؐ نہ کبھی بہکا نہ کبھی گمراہ ہوا۔

"وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى" اور اسکی دلیل یہ ہے کہ یہ وحی کے بغیر نطق نہیں کرتا۔ یعنی بات یہ واضح ہوئی کہ بہکنے یا گمراہ ہونے کا امکان وہاں ہے جہاں انسان وحی سے مسلسل نہ ہو۔ لیکن جہاں وحی کا تسلسل اور رابطہ برقرار رہے وہاں نہ بہکنا ہے نہ گمراہی ہے۔ مسلمانانِ عالم اپنے رسالتِ مآب کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت کی منزل پر کہ جو یہ کہہ دیتا ہے وہ وحی بن جاتی ہے (نعرے)

مقام فکر یہ ہے کہ پروردگار جسے قسم کھانے کی ضرورت نہیں وہ مالک حقیقی جو محتاج نہیں ہے اپنے بیان میں اعتبار پیدا کرنے کیلئے قسم کھانے کا۔ وہ قسم نہ بھی کھائے تو بھی اعتبار کرنا ہے وہ "علی کل شیء قدیر" ہے قسمیں تو ہمیں آپس میں ایک دوسرے کو اپنے کلام کے ثابت کرنے کیلئے کھانی پڑتی ہیں۔ لیکن وہ تو پروردگار ہے اسے تو ضرورت نہیں کہ وہ قسم کھائے لیکن اسکا قسم کھانا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ بیان میں شدت پیدا کرنے کیلئے اپنے حبیبؐ کے عصمتِ تکلم کی عظمت ثابت کر رہا ہے کہ زندگی کے کسی شعبے میں بھی، کسی کیفیت میں بھی، جب بھی اسکے لبِ مبارک سے جو جملہ جاری ہوا اسے وحی سمجھنا اور یہ اب اسکی امانت، صداقت، شرافت، عصمت و طہارت ہے کہ یہ آیت کو آیت کہہ دے۔ حدیث

کو حدیث کہہ دے۔ یہ اسکی صداقت ہے یہ اس کی عظمت ہے اس کے عصمت تکلم کی قسمیں کھائی ہیں پروردگار نے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیمبر۔ سب پر ہمارا ایمان سب اس کی تصدیق کرتے ہوئے آئے سب اس کی بشارت دیتے ہوئے آئے۔ سارے انبیاء نے اس کا اقرار کیا۔ کسی کی مجال ہے کہ وہ یہ طے کرے کہ وہ کب نبی تھا کس کی مجال ہے وہ یہ طے کرے کہ وہ منصب نبوت پہ کب آیا۔ بھائی لفظ "کب" "نہیں تھا" یہ تھا جب لفظ "جب" نہیں تھا یہ تھا جب لفظ "تب" نہیں تھا یہ تھا جب "تھا" نہیں تھا ۔ یہ تھا جب کیلنڈر نہیں تھا یہ تھا جب گردش ماہ وسال نہیں تھی یہ تھا (نعرے) کوئی شخص اس وقت تک دائرہ ایمان میں آ ہی نہیں سکتا۔ جب تک وہ اقرار توحید کے ساتھ ساتھ اقرار رسالت محمدیؐ نہ کرے۔ لیکن جس طرف ہمیں توجہ مرکوز رکھنا ہے وہ یہ کہ اگر سارے انبیاء جو سب کے سب برحق ، وجہ تخلیق کائنات ہے سرکار ختمی المرتبتؐ کی ذات ، پروردگار عالم نے کسی نبی کیلئے حدیث قدسی میں یہ نہیں کہا کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو اے محمدؐ میں نے تجھے خلق کیا۔

تو آدمؑ کے ذریعے سے اللہ کی پہچان نہیں ہوئی۔ نوحؑ کے ذریعے اللہ کی شناخت نہیں ہوئی۔ تو پھر عقل انسانی کا فیصلہ کیا ہوگا کہ اس نبی کو کامل واکمل ومکمل بنایا ہوگا کہ حبیبؐ تجھے اس طرح دنیا میں بنا کر بھیجوں گا کہ اے حبیبؐ لوگ دیکھیں گے تجھے مانیں گے مجھے (پرجوش نعرے) سوچنا یہ ہے کہ آدمؑ کی امت نے آدمؑ کا کلمہ پڑھا ہوگا، نوحؑ کی امت نے نوحؑ کا کلمہ پڑھا ہوگا موسیٰؑ کی امت نے موسیٰؑ کا کلمہ پڑھا ہوگا لیکن ان سارے انبیاء کا کلمہ تھا۔ " لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ "

اور پھر بات صرف عقیدے کی نہیں ہے بات دلائل سے بھی ہے قرآن سے بھی ثابت ، جو وجہ تخلیق کائنات ہے اگر اسی کا اقرار نہیں تو کسی کو کائنات میں آنے کا حق کیا ہے ؟ (پرجوش نعرے) جو اس منزل پر پروردگار ارشاد فرمائے۔ حدیث قدسی میں کہ ہے "لَوْلَاکَ

لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاک "حبیبؐ میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا اگر تیری تخلیق مقصود نہ ہوتی وجہ تخلیق کائنات تو ذات پیغمبرؐ ہوئی نا۔ تو کائنات میں کسی کو رہنے کا اختیار نہیں اس کا اقرار کئے بغیر۔ (یا علیؑ یا علیؑ یا علیؑ) لیکن بات اگر حدیث تک رہے گی تو کوئی اور منزل ہو گی۔

آیئے اب قرآن سے پوچھیں کہ کیا ان سارے انبیاء نے میرے رسولؐ کا کلمہ پڑھا یا نہیں تو آیت "میثاق" نے بڑھ کر اعلان کیا۔ (وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ) یہ عالم لطیف کی بات ہے عالم کثیف کی بات نہیں ہے جہاں روحوں سے اقرار لیا گیا تھا۔

میرے حبیبؐ یاد کر وہ وقت جب ہم نے سارے گروہ انبیاء سے یہ عہد لیا تھا جب آخر میں ایک مصدق نبی آیگا۔ تم اس پر ایمان بھی لاؤ گے اس کی نصرت بھی کرو گے عزیزان محترم منطق کا فیصلہ کیا ہے کہ رسول کو یاد دلایا جا رہا ہے حبیبؐ یاد کر وہ وقت! یاد اسے دلایا جاتا ہے جو موقع پر موجود ہو۔ (پرجوش نعرے)

جہاں جہاں بھی یہ اصطلاحات آئیں ہیں جیسا کہ ایک مقام پر ارشاد ہوا۔ میرے حبیبؐ یاد کر وہ وقت جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کعبے کی دیواریں بلند کرتے جاتے تھے اور دعا کرتے جاتے تھے کہ ہمارے پروردگار ہماری اس محنت کو، اس خدمت کو قبولِ فرما۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا نہ عقل انسانی کو کہ جب ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کعبے کو تعمیر کر رہے تھے تو جسے یاد دلایا جا رہا ہے وہ نبی دیکھ رہا تھا کہ کس کا گھر بن رہا ہے۔ یا علیؑ یا علیؑ (نعرہ حیدری) حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ نے دیواروں کو بلند کیا۔ دعا کی، گھر بنایا۔ معصوم دعا کرے پروردگار قبول نہ کرے ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ دیوار بنائی ابراہیمؑ نے تھی اسی لئے پروردگار نے بھی دعا ابراہیمی کو سند تکمیل عطا کرنے کیلئے کسی مرحلہ پر دیوار میں شق کر کے ثابت کر دیا کہ وہ بیت تم نے ہمارے لئے بنایا تھا۔ مگر "هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ" احسان کا بدلہ احسان کے تحت ہم لا مکان ہیں، ہم لا زمان ہیں، ہمیں مکان کی ضرورت نہیں۔ بیت تم نے ہمارے

لئے بنایا ہم دیوار شق کر کے اسے تمہاری اہلبیت کیلئے مخصوص کردیں گے۔(علیؑ مولا۔ علیؑ مولا۔ علیؑ مولا' نعرہ حیدری)

حبیبؐ یاد کرو وہ وقت جب ہم نے سارے گروہ انبیاء سے یہ عہد لیا۔ یہ میثاق لیا کہ تمہیں اس شرط پر حکمت و کتاب و نبوت عطا کی جاتی ہے کہ جب ایک مصدق نبیؐ آئیگا تو تنہا تمہارا اس پر ایمان لانا کافی نہیں ہے مشکل کے وقت نبیؐ کی نصرت بھی لازمی ہے۔(نعرہ حیدری)

اور پھر معاہدہ کو مضبوط کرنے کیلئے بات کو آگے چل کر واضح بھی کیا گیا، بتایا بھی گیا پروردگار نے پوچھا تم سب اقرار کرتے ہو؟ سب نے کہا ہم اقرار کرتے ہیں جب سب نے اقرار کر لیا ارشاد ہوا اچھا گواہ بن جاؤ۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ ساتھ گواہی دینے والوں میں شامل ہوں۔ دوستو اگر بات یہاں تک رک جاتی تو بات عظمت پیمبرؐ کیلئے مکمل تھی مگر ہماری جانیں قربان اس وجہ تخلیق کائنات رسولؐ پر' اس وجہ تزئین شش جہت پر' اس علم اول پر' اس حسن اول پر' اس نور اول پر اس گنتی کے پہلے عدد پر سب نے کہا ہم اقرار کرتے ہیں اقرار کس کا تھا؟ محمد رسولؐ اللہ کا تھا اور اس اقرار میں آدمؑ بھی شامل!

آدمؑ کا اقرار بھی " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ " تو جب آدمؑ کا اقرار ہے "لا اله الا الله محمد رسول الله" تب آدمؑ کے تو کسی بیٹے کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ یہ تاریخ طے کرے کہ یہ کب سے نبی ہے اور یاد رکھو جس نے بھی اس عہد کی خلاف ورزی کی تو نبوتیں تو ایک طرف دائرہ ایمان سے باہر چلے جاؤ گے۔

اور پھر دوسرے مقام پر پھر ارشاد ہوا اس کی ابدی' ازلی اور قدیمی نبوت کا، کہ اگر یہ سب پہلے سے نہیں تھا تو قرآن نے پکار کر کیوں کہا کہ میرے حبیبؐ

" فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا "

قیامت کے دن دیکھنا ساری امتوں کا عالم کیا ہوگا۔ جب ہم تمام امتوں پر ان کے نبیوں کو گواہ

بلائیں گے اور سب نبیوں پر تمہیں گواہ بلائیں گے۔ یہاں تو یہ ارشاد ہوا پھر سورۃ مبارک "رعد" میں یہ ارشاد ہوا۔

"وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِندَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ"

حبیب کافر یہ کہتے ہیں کہ تو مرسل نہیں ہے یہ کافر ہیں جو تیری نبوت پہ شک کرتے ہیں یہ اگر تجھے نہیں مانتے تو نہ مانیں ہم نے تمہیں رسولؐ ان کے مشورے سے تو نہیں بنایا "قل" کہہ دے " كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا "اللہ کافی ہے میری رسالت کی گواہی کیلئے (نعرے) سورۃ رحمٰن میں ارشاد ہوا۔ " اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ "

رحمٰن وہ ہے جس نے تعلیم قرآن دی پھر انسان کو پیدا کیا۔ اے جہان کے انسانو! مجھے بتاؤ جو پیدا ہونے سے پہلے تعلیم قرآن لے رہا ہو۔ لیکن یہاں رسالت کی گواہی کی بات ہے رسولؐ خود مدعی ہیں اور مدعی خود اپنے دعوے کا گواہ نہیں ہوا کرتا۔

اسلئے پروردگار نے کہا کہ اگر یہ کافر تمہیں رسولؐ نہیں مانتے نہ مانیں انہیں کہو کہ گواہی کیلئے ایک اللہ ہی کافی ہے اور ایک وہ جسے ہم نے کل کتاب کا علم عطا کیا۔

ایک تو خالق کتاب ہے گواہ، رسولؐ ہیں مدعی، ہیں کل کتاب کے عالم مگر مدعی ہیں رسالت کے! تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ کوئی تیسرا ہے کل کتاب کا عالم جو رسالت کا گواہ ہے یہی وجہ ہے کہ چالیس برس تک اعلان رسالت نہیں کیا اور جب کعبے میں پہنچے۔ آغوش میں بچے کو لیا اپنی زبان چسائی۔ (نعرہ حیدری) مکمل کتاب کا علم لے کر نبیؐ وہاں سے آتا ہے اس لئے تو اعتماد سے پروردگار نے قسم کھائی۔

"وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ"

تم اس کی ساری زندگی میں دیکھنا، چاہے یہ اعلان رسالت کرے یا نہ کرے یہ جب بھی گفتگو

کرے گا مرضی الٰہی کے مطابق ہو گی اس لئے کہ " وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ "
یہ محمدؐ نہیں ہے کبھی اسے محمدؐ نہ سمجھنا، یہ زندگی کے ہر لمحے میں رسولؐ ہے اعلان رسالت کرے تب بھی رسولؐ، چپ رہے تب بھی رسولؐ، زندگی کے ہر رخ سے رسولؐ ہر زاویہ سے رسولؐ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب سارا قرآن پہلے ہی دے دیا تھا تو جبرئیلؑ کیا کرنے آئے تھے 23 برس میں قریباً چوبیس ہزار مرتبہ جبرائیلؑ آئے یہ کیا کرنے آئے تھے۔
پہلی آیت کا مزاج بتا رہا ہے آتے ہی کہا غار میں "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ"
پڑھو اپنے رب کے نام سے ، پڑھنے کا حکم اسی کو دیا جاتا ہے جو پہلے پڑھا ہوا ہو۔
اب جبرئیلؑ آتے تھے مسئلہ حل اور شاید یہ جملہ تمام مسلمانوں کی شفاعت کا باعث بن جائے کہ جبرئیلؑ آئے اور یقیناً آئے۔ قرآن تو سارا سینۂ محمدؐ میں موجود تھا مگر چونکہ حکم تھا وحی کے بغیر نطق نہیں کرنا۔ وحی کے بغیر بولنا نہیں ہے جبرئیلؑ صرف پیغام لاتے تھے کہ یا رسول اللہؐ، پروردگار بعد تحفہ درود سلام کے یہ فرماتا ہے اب یہ آیت پڑھ دیجئے اب یہ سورۃ تلاوت فرمادیجئے (پرجوش نعروں کی گونج)

حیات طیبہ کا خلاصہ کیا ہے؟ اس سیرت طیبہ کا خلاصہ قرآن مجید میں جو صاف ابھر کر سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
تمہارے لئے ذات محمدؐ میں مکمل نمونہ عمل ہے ذات پیغمبرؐ مکمل نمونہ عمل ہے قیامت تک، اس ذات کے نقش قدم سے قدم ملا کر مسلمان کیسے چلیں اعلان ہوا۔
قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ خالی اپنی اطاعت قبول نہیں کروں گا جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ اطاعت ہوتی ہے قول کی، اتباع ہوتا ہے فعل کا۔

سورہ مبارکہ آل عمران کی ۳۰ویں ۳۱ویں آیت میں یکے بعد دیگرے اطاعت کا بھی حکم ہے اتباع کا بھی حکم ہے " قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِينَ

اگر تم اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو میرے حبیبؐ ان سے کہو کہ میرا اتباع کریں۔ دعوی اللہ کی محبت کا، اتباع رسولؐ کا۔

ہم نے زیادہ سے زیادہ کہا حضور محبوب خدا ہیں، قرآن کہتا ہے نہیں یہ میرے نبیؐ کی شان نہیں ہے۔ ان کلمہ پڑھنے والوں سے کہو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو رسولؐ کا اتباع کرو۔

اتباع رسولؐ کے بغیر میں اپنی محبت کا دعویٰ تم سے قبول نہیں کروں گا۔ اور جب تم نے اتباع رسولؐ کر لیا تو پھر تمہیں دعویٰ کرنے کی ضرورت نہیں اللہ خود تم سے محبت کرے گا۔ محبوب خدا تو وہ ہے جو اتباع رسولؐ کرے۔ (نعرہ حیدری)

پیمبرؐ تو مرکزِ محبت الٰہی ہیں، میزانِ محبت الٰہی ہیں، یعنی اس ترازو پر تلے گا انسان جو رسولؐ دے۔ لے لو۔ جس سے روکے رک جاؤ۔ جو رسولؐ کہے وہ کہو، جو کرے وہ کرو۔ نہ اپنی طرف سے کچھ کہو نہ اپنی طرف سے کچھ کرو۔ اسی لئے جب دین تکمیل کی منزل میں آیا۔ تو ایک ہی وقت میں رسولؐ نے کہا بھی اور کیا بھی ہاتھوں پہ بلند کر کے عمل کیا زبان سے۔

"مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ"

کہہ کر دین مکمل، نعمتیں تمام، اللہ راضی (نعرہ حیدری)

میں قربان ہو جاؤں آمنہ کے اس چاند پہ، کہ ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار پیمبروںؑ کی ہزاروں برسوں کی تبلیغ کے باوجود بھی جو دین نامکمل تھا ۲۳ برس کے قلیل عرصے میں اس خاتم النبیین نے اس دین کو اتنا مکمل کر دیا اور حج آخر کے موقع پر انسانی فلاح کا قانون دے کر دنیا کو بتا دیا کہ کہنا پڑا انقلابی شاعروں کو کہ اے رسولؐ۔

اس قدر عجلت سے تو روئے زمیں پر چھا گیا
مدعی چکرا گئے تاریخ کو غش آ گیا

(پر جوش نعرے)

ساری سیرت کا خلاصہ کیا ہے ؟

پتھر کھاتے ہوئے نظر آتے ہیں پتھر مارتے ہوئے نظر نہیں آتے۔ حجر اسود کی تنصیب پر اگر عزتیں حاصل کرنے کے لئے قبیلے لڑتے نظر آئیں تو امن رسولؐ کی تدبیر سے یہی وجہ ہے کہ اگر نبیؐ پتھر کو بھی نصب کردے تو چومنا واجب (یا علیؑ، یا علیؑ، یا علیؑ)

قرآن مجید نے کسی بھی مقام پر توریت کی تردید نہیں کی انجیل کی تردید نہیں کی۔ لیکن عمل کرنے کا حکم بھی نہیں دیا۔ اس لئے کہ توریت، انجیل، زبور کے خود ساختہ نااہل وارثوں نے نبیوں کے جانے کے بعد اس میں ردوبدل کر دیا تھا۔ اس لئے انسانیت کو گمراہی سے بچانے کیلئے یہ حکم دے دیا کہ کتاب پر ایمان لاؤ۔ اس لئے کہ اللہ کی طرف سے ہے۔ عمل اس لئے نہ کرو کہ بندوں نے تخریب کاری کر دی۔

ذات پیمبرؐ مکمل نمونہ عمل ہے تمام مسلمانوں کیلئے۔ تو مجھے بڑی محبت کے ساتھ ملت اسلامیہ یہ جملہ کہنے دے کہ پیمبر اسلامؐ کافروں کو مسلمان بنانے آئے تھے۔ مسلمان کو کافر بنانے نہیں آئے۔ (نعرہ حیدری)

اسی آغوش کی تربیت کا حسین ترین شاہکار حسینؑ، فرزند سیدہ فاطمہؑ حسین، شہید اعظم حسینؑ، نجات دہندہ انسانیت حسین، کائنات کا مولا حسینؑ، بنائے لا الہ حسینؑ، پشت نبوت پر سوار ہونے کا شرف حاصل کرنے والا حسینؑ اپنے نانا کی تربیت کا نتیجہ 61ھ میں کربلا میں دے رہا ہے جب انکار ہو رہا ہے کس کا؟ حسینؑ کا نہیں، علیؑ کا نہیں، فاطمہؑ کا نہیں، یعنی یزید نے دعویٰ نہیں کیا کہ (معاذ اللہ) میں سید زادہ ہوں۔ یزید نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ (معاذ اللہ) میں رسولؐ کی اولاد میں سے ہوں۔ یزید نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں امام ہوں۔

یزید نے اعلان کیا۔۔۔۔۔۔۔کوئی نبی نہیں تھا کوئی وحی نہیں آئی تھی انکار نبوت بھی ہوا۔ انکار قرآن بھی ہوا۔ تو تصادم کس سے ہوا یزید کا۔ حسینؑ سے نہیں، ٹکرایا ہے یزید اللہ سے ‘اس لئے کہ قرآن اللہ کا ‘دین اللہ کا ‘ملک اللہ کا ‘حکومت اللہ کی ‘سلطنت اللہ کی ‘درمیان میں حسینؑ آیا۔ تو اس جنگ کو یزید اور حسینؑ کی جنگ نہ سمجھنا۔ یہ جنگ ہے یزید اور پروردگار کے درمیان ‘جو لڑی گئی حسینؑ کے ذریعے سے! جبھی تو خواجہ اجمیرؒ نے پکار کر کہا

؎ حقا کہ بنائے لاالہ است حسینؑ

۲۸ رجب ۶۰ھ کو مدینہ چھوڑا نانا کے روضے سے جدا ہوئے۔ سلام آخر کیا ‘ماں کی قبر پر جنت البقیع میں آئے اور سلام کر کے ایک جملہ کہا۔ اماں قبر میں کیوں سو رہی ہو نانا کے دین پر وقت آگیا ہے۔

تم بھی لہو میں اپنا چمن دیکھنے چلو
زینبؑ کے بازوں میں رسن دیکھنے چلو

۳ شعبان کو مکے پہنچے قیام کیا مسلسل کعبے میں۔ دوستو میرے مسلمان بھائیو ‘میں دست ادب باندھ کے عرض کرتا ہوں مجھے پوری کائنات میں کوئی ایسا حاجی بتا دو۔ جو مہینوں سے کعبے کی دیوار کے نیچے، حج کا انتظار کر رہا ہو۔ اور عین حج سے ایک دن پہلے احرام کھول کر یہ کہہ کر کعبے کو سلام کر کے چلا جائے کہ میرے اللہ کے گھر تیری حرمت باقی رہے۔

دو محرم کو کربلا پہنچے۔ تین کو خیمے دریا سے ہٹے، چار کو فوجیں آنا شروع ہوئیں۔ سات محرم کو پانی بند ہوا۔ تین دن تک العطش، العطش کی آوازیں خیام حسینی سے آئیں ‘عاشور کا دن آیا۔ اذانِ علی اکبرؑ سے اللہ کی کبریائی کا اعلان ہوا۔ نماز فجر سے آغاز شہادت تک ۱۰ گھنٹے میں حسینؑ کا کچھ نہیں بچا، رسولؐ کا سب کچھ بچ گیا۔ (ہائے، ہائے، ہائے)

اجڑ گیا بتولؑ کا گھر، نہ اکبرؑ نہ قاسمؑ نہ عونؑ و محمدؑ، نہ عباسؑ کربلا میں ایک منزل ایسی بھی آئی کہ کربلا میں ایک چھ مہینے کے بچے کو۔۔۔۔۔۔۔ ہم شام غربت کے قریب آگئے۔

حسینؑ نے در خیمہ پر آکر اجازت مانگی۔ زینبؑ سلام، رقیہؑ سلام، ربابؑ سلام، لیلیٰؑ سلام، اماں فضہؑ سلام، ایک ایک بی بی کو سلام کیا۔۔۔۔۔۔۔ دروازے پہ سواری کا انتظام نہیں تھا سواری تو کھڑی تھی کوئی رکاب تھامنے والا نہیں تھا۔ دائیں بائیں دیکھ کر کہا۔ این این جیبؑ این این زہیرؑ۔۔۔۔۔۔۔ ہے کوئی ہماری سواری کو لانے والا۔

جب کوئی آواز نہیں آئی۔ تو خیمے کے پردے سے ایک بی بی کی آواز آئی حسینؑ اجازت دے بہن باہر آجائے تیرے گھوڑے کی رکاب تھامنے۔

حسینؑ ذوالجناح پہ سوار ہوئے۔ ذوالفقار نیام سے نکالی۔ فوجوں پر حملہ کیا۔ میمنہ کو میسرہ پہ پلٹا، میسرہ کو قلب لشکر پہ پلٹا۔ یہاں تک کہ یزیدی فوج کا آخری دستہ کوفے کی سرحدوں سے ٹکرایا۔ آخری وقت میں محمد مصطفیٰؐ کا نواسہ جنگ کر کے یہ بتا رہا ہے کہ تاریخ کا کوئی مورخ یہ نہ لکھ دے کہ مجبوراً گھیر کر مار دیا تھا میں تو اس لئے شہادت دے رہا ہوں کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ باقی رہ جائے۔

عزادارو! جب حسینؑ حملے کرتے تھے اور یزید کی فوجیں بھاگتی تھیں تو حسینؑ رک رک کر کہتے تھے عباسؑ بڑا حوصلہ تھا تجھ میں لڑنے کا، آتین دن کے پیاسے کی جنگ دیکھ اکبرؑ بڑا ناز تھا تجھے اپنی جوانی پر، بوڑھے باپ کی جنگ دیکھ ارے میرے شیرو! تم کہاں ہو؟ مجھے کوئی داد نہیں دیتا۔ بار بار خیمے سے ایک دبی دبی آواز آتی تھی مرحبا میرے پیاسے بھائی مرحبا۔

جب فوجوں میں قیامت برپا ہوئی۔ یہاں تک کہ یزید کی فوجوں نے اعلان کیا الامان الحفیظ، اے رحمت اللعالمینؐ کے نواسے ہمیں امان دے۔

ادھر یزید کی فوجوں کی آواز آئی۔ ادھر جبریلؑ نے زیر آسمان سورہ فجر کی آیت تلاوت کی "يَاۤ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً"

اے نفس مطمئنہ حسینؑ لوٹ آ اپنے رب کی طرف میں راضی ہو گیا۔

اے جوان بیٹے کا لاشہ اٹھانے والے میں راضی ہو گیا۔ اے جوان بھائی کے بازو اٹھانے والے میں راضی ہو گیا۔ جیسے ہی جبریلؑ کی یہ آواز آئی۔ حسینؑ نے ایک مرتبہ گردن جھکائی۔ ذوالفقار کو میان میں ڈال کر کہا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اتنا کہنا تھا عزادارو! ------- کہ حسینؑ کی تلوار نیام میں آگئی۔ عمر سعد کے لشکر نے گھیرے میں لے لیا۔ کسی نے تیر مارا۔ کسی نے تلواریں ماریں، کسی نے خنجر مارے کسی نے پتھر مارے ایک ہزار نو سو پچاس زخم کھا کر پشت ذوالجناح سے زمین پر تشریف لائے ایک مرتبہ فضہ نے آواز دی بی بی زینبؑ تیرے بھائی کی خیر -------

آپ یہ سنتے ہیں حسینؑ کو ذبح کیا گیا۔ لیکن ایسا نہیں ہے ذبح ہوتا ہے شہ رگ سے میرے امام زمانہؑ فرماتے ہیں کہ میرا اسلام ہو۔ اس جد نامدار شہید حسینؑ پر جسے شہ رگ سے ذبح نہیں کیا گیا۔ پشت گردن پر ضربیں مار کر جس کا سر تن سے جدا کیا گیا۔

ادھر حسینؑ کا سر نیزے پہ بلند ہوا۔ ادھر بی بی سکینہؑ کہتی ہیں کہ شمر اپنی فوج کا دستہ لے کر ہمارے خیموں کی طرف بڑھا خیموں میں آگ لگا دی گئی سیدانیوں کے سروں سے چادریں اتار لی گئیں۔

یہ کس کی بیٹیوں کی چادریں اتر رہی ہیں جس محمدؐ نے یتیم لڑکیوں کے سروں پر چادریں ڈالی تھیں۔ عزادارو! بی بی سکینہؑ کہتی ہیں جب پھوپھی زینبؑ کی چادر چھنی تو ایک مرتبہ شہزادی زینبؑ نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے سر پر رکھے اور پکار کر کہا ----- عباسؑ میری چادر

اندھیرا ہو گیا ----- شام ہو گئی ------ ڈوب گیا سورج ----- کربلا میں شام غریباں چاروں طرف لاشے، کھلے سر بیبیاں، سہمے ہوئے بچے۔

حمید کہتا ہے میں نے دیکھا ایک بچی جس کے کان زخمی، جس کے کرتے کا دامن جلا ہوا۔ جو دریا کی طرف دوڑی ہوئی جا رہی ہے اور آوازیں دے رہی ہے چچا عباسؑ میرے بندے چھین لئے گئے۔

کربلا میں رات ہو گئی۔۔۔۔۔۔ کربلا میں سناٹا ہو گیا۔

ایک خیمہ باقی رہ گیا۔ اس جلے ہوئے خیمے سے علیؑ کی بیٹی نے، محمد مصطفیٰؐ کے جانشین کو اپنی پشت پہ لٹایا۔ جو خیمے میں غش میں پڑا تھا۔ شانہ ہلا کر شریعت کی پابندی کا اعلان بھی کیا۔ امامت کا حق بھی بتایا۔

سجادؑ ہمارے خیمے جل گئے۔ اب ایک خیمہ رہ گیا ہے بتاؤ خیمے میں رہ جائیں یا جل کر مر جائیں۔ سید سجادؑ نے ایک مرتبہ غش سے آنکھ کھولی اور فوراً آنکھوں پر ہاتھ رکھا زندگی میں پہلی مرتبہ قیامت کا منظر دیکھا۔

پھوپھی کے کھلے سر کو دیکھ کر کہتے ہیں۔ پھوپھی اماں میرے چچا عباسؑ کہاں ہیں بی بی کہتی ہیں بیٹا، عباسؑ ہوتے تو میری چادر چھنتی ؟

ایک مرتبہ بی بی زینبؑ نے کہا اب تک روئی تھی اب نہیں روؤں گی بچو ! بیبیو ! تم آرام سے جلی ہوئی قناعت کے نیچے بیٹھو۔۔۔۔۔۔ عباسؑ نہیں تو کیا ہوا۔ زینبؑ تو موجود ہے میں پہرہ دوں گی۔

سارے بچوں کو اکھٹا کر لیا گیا ہے بچوں کو شمار کیا گیا، ہر ماں کی گود میں سہما ہوا بچہ تھا۔ سب بچے مل گئے۔ لیکن سکینہؑ نظر نہیں آئی۔ زینبؑ کہتی ہیں بہن ام کلثومؑ بچوں میں سکینہ نظر نہیں آ رہی۔ بی بی نے کہا سکینہؑ دو طرف ہی جا سکتی ہے یا تو زخمی کان دکھانے عباسؑ کی طرف گئی ہو گی یا سینے پر سونے کے لے حسینؑ کی طرف گئی ہو گی آؤ ایسے کریں میں دریا کی طرف جاتی ہوں تم مقتل کی طرف جاؤ۔

عزادارو!۔۔۔۔۔۔بی بی ام کلثومؑ دریا کی طرف چلیں۔ دریا کے قریب ایک بازو بریدہ لاشہ دیکھا کیا وقت آگیا تھا آل رسولؐ پر ۔۔۔۔ لاشہ دیکھ کر ایک مرتبہ آواز دی۔۔۔۔۔عباسؑ

راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا عباسؑ کا لاشہ دریا کی ترائی سے تین مرتبہ بلند ہوا۔ بی بی نے کہا بھیا میں تجھے اپنا کھلا سر دکھانے نہیں آئی۔ مجھے تو صرف اتنا بتا دے یہاں سکینہؑ تو نہیں آئی۔ لاشہ عباسؑ سے آواز آئی۔ شہزادی یہاں سکینہؑ نہیں ہے اور ادھر علیؑ کی بڑی بیٹی، ادھر حسینؑ کو زندہ رکھنے والی زینبؑ ادھر فاتح شام زینبؑ مقتل میں پہنچی۔ آوازیں دیتی ہوئی رات ہے اندھیرا ہے۔

ایک لاش سے الجھ کر جو زینبؑ گری۔ گر کر جو غور سے دیکھا، سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا اکبرؑ پھوپھی ٹھوکریں کھا رہی ہے جنگل میں۔

بہن کا پتہ بتا دے۔ آگے بڑھ گئی۔ ایک نشیب کے قریب پکارا، سکینہؑ۔۔۔۔۔۔ سکینہؑ۔۔۔۔۔۔سکینہؑ

ایک نشیب سے آواز آئی۔ بہن زینبؑ، آہستہ بولو، سکینہؑ میرے پاس ہے اس آواز پر بی بی زینبؑ نے نشیب میں اتر کر وہ منظر دیکھا جو زینبؑ نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

سکینہؑ حسینؑ کے پیروں پر منہ رکھے ہوئے تھی۔

سکینہؑ کو زینبؑ نے جگا کر کہا سکینہؑ تم تو باپ کے سینے پر سونے کی عادی تھی آج باپ کے قدموں میں کیوں لیٹی ہو۔ سکینہؑ نے کہا کہ پھوپھی اماں آئی تھی سینے کی طرف مگر سینے پر اتنے تیر تھے کہ پاؤں ہی سے لپٹ کر سو گئی۔

سکینہؑ۔۔۔۔۔۔۔ہمارا اسلام۔۔۔۔۔۔ حسینؑ ہمارا
سلام! سیدہ زینبؑ ہمارا اسلام

نوحہ

سکینہؑ بی بی کے بین عرفاں حرم میں محشر اٹھا رہے ہیں
بپا ہے خیموں میں شورِ ماتم حسینؑ مرنے کو جا رہے ہیں
بڑی قیامت کا ہے یہ منظر جنابِ فضہؑ کا امتحاں ہے
بہن سے چھُپ کر حسینؑ بیکس لباسِ کُہنہ منگا رہے ہیں
کہاں ہو عباسؑ و عونؑ و اکبرؑ کہاں ہو قاسمؑ حسنؑ کے دلبر
سواری لاؤ رکاب تھامو امامؑ تم کو بلا رہے ہیں
سموں سے گھوڑے کے ایک بچی لپٹ گئی بے قرار ہو کر
بنا کے بانہوں کا اپنی جھُولا حسینؑ اس کو سُلا رہے ہیں
ارے کوئی شمر سے یہ کہہ دے ابھی نہ خنجر چلا ستمگر
بتولؑ بالیں پہ آچکی ہے رسولؑ مقتل میں آ رہے ہیں
ربابِ خستہ جگر سے پوچھو کہ جس کا بے شیر مر چکا ہے
بچا ہے خیمے میں ایک جھُولا اُسے بھی ظالم جلا رہے ہیں
حسینؑ کا سر ہو کہ قرآں، مری نظر میں ہے ایک عرفانؔ
یہ کیسے بے دین کلمہ گو ہیں جو اس پہ خنجر چلا رہے ہیں

*

تعزیت نامے و تاثرات

علامہ عرفان حیدر عابدی ایک ایسے خطیب تھے جن کے پاس خوبصورت لفظوں کا ذخیرہ تھا- جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔

حکیم محمد سعید (سابق گورنر سندھ)

علامہ عابدی میرے پسندیدہ خطیب تھے وہ ہمیشہ اپنی مجالس کے ساتھ زندہ و جاوید رہیں گے۔

مجتہد العصر (آیت اللہ سید محمد شیرازی) ایران

میری نظر میں تاریخ خطابت میں علامہ رشید ترابی کے بعد صرف اور صرف علامہ عرفان حیدر عابدی وہ واحد خطیب تھے جو ہر علم اور موضوع پر فی البدیہہ تقریر کی مہارت رکھتے تھے میں ان کا مداح تھا اور رہوں گا۔

بزرگ مدبّر و سکالر سید ہاشم رضا (کراچی)

علامہ عرفان حیدر عابدی کی عالمگیر شہرت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ تاریخ خطابت میں کسی خطیب یا عالم کو اتنے کثیر خطابات سے نہیں نوازا گیا جتنے علامہ کو عطاء کئے گئے۔

علامہ فرقان حیدر عابدی کراچی

علامہ عرفان حیدر عابدی جیسا خطیب عالم اسلام کے کسی فرقہ میں موجود نہیں ہے۔

(مشاہدات و تاثرات روزنامہ جنگ)　　　　مولانا کوثر نیازی

علامہ عرفان حیدر عابدی عظیم خطیب و عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ شاعر بھی تھے- خطیب شام غریباںؑ کا لقب بلا شبہ ان کے نام کے ساتھ ہی جچتا ہے-

شاعر اہلبیت سید عقیل نقوی ڈیرہ غازیخان

مولا سلامت رکھے یا علیؑ مدد کہنے والوں کو یا علیؑ تیرے چاہنے والوں کی خیر، علیؑ مولا علیؑ مولا علیؑ مولا یا علیؑ یا علیؑ یا علیؑ، یہ جملے ہر مومن ادا کرتا ہے- لیکن ان جملوں سے ذہن میں پہلی شخصیت جو آتی ہے- وہ علامہ عرفان حیدر عابدی ہی ہیں ایسا لگتا ہے ان جملوں کے

جملہ حقوق علامہ کے نام محفوظ تھے اور ہیں۔

(علامہ سید اظہار حیدر نقوی)

تمام دنیا کے خطیب اپنی اپنی خطابت پر ناز کرتے ہیں لیکن فقط علامہ عرفان حیدر عابدی ایسے خطیب تھے جن پر خطابت ناز کرتی ہے۔

(حجت الاسلام حضرت مولانا سید محمد محسن نقوی)

ملت اسلامیہ ایک عظیم اسکالر، عالم، مدبر اور اس دور کے سب سے بڑے خطیب سے محروم ہو گئی ہے ذاتی طور پر علامہ صاحب میرے پسندیدہ خطیب تھے ان کے اچانک بچھڑ جانے کا افسوس مجھے زندگی بھر رہے گا۔

(وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو)

شہید بے شک انڈوپاک کے ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے مایہ ناز، بے مثل خطیب تھے۔ وہ نور محمدؐ و آل محمدؐ سے دمکتا ہوا چہرہ اب میں کہاں تلاش کروں؟

(حجت السلام علی ناصر سعید عبقاتی (لکھنو بھارت)

علامہ عرفان حیدر عابدی آسمان خطابت پر ایک کوکب کی مانند ابھرے اور دیکھتے ہی دیکھتے آفتاب خطابت بنکر اپنے علم و فکر کی شعاؤں سے دنیا کے بڑے بڑے خطباء اور اہل دانش کو حیرت میں ڈال دیا۔

(علامہ عقیل ترابی) کراچی

اللہ تبارک تعالی کا فیصلہ ہے کہ ذکر آل محمدؐ تا قیامت جاری رہے گا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس صدی میں کوئی دوسرا علامہ عرفان عابدی پیدا نہیں ہو سکتا ملت ان کی کمی صدیوں محسوس کرے گی۔

حسن صغیر عابدی
ممتاز مذہبی کارکن
کراچی

مجدّدِ خطابت

تحریر: علامہ ناصر عباس ملتان

امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کا ارشاد مقدس ہے کہ بات کرو تا کہ پہچانے جاؤ الحمد اللہ میرے قبیلے نے جب بھی بات کی ابو طالبؑ اور اس کے بیٹوں کی بات کی کیونکہ یہی وہ ذکر ہے جو بنص قول رسول ذکر نبی وذکر خدا ہے۔

زمانہ گواہ ہے کہ حضرتِ میثم تمار سے لیکر آج تک خطابت دروازہِ شہر علم کے بھکاریوں کی دریوزہ گر رہی ہے اور ذکر ایسا کہ جس کی حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لیا ہے جب بیان کی منزل میں آیا تو منبر رسول سے ہر دور میں ذاکرین اہلبیت نے اسے خطابت کے ذریعہ زندہ وپائندہ رکھا۔

خصوصاً بر صغیر کے علماء کرام کہ جن کے مقدس وجود کی وجہ سے اردو زبان جسے آج تک دنیا کے کسی دربار میں سرکاری جگہ نہ مل سکی۔ اسے دربار اہلبیت میں جگہ عطا فرمائی نتیجتاً آج روئے زمین پر کوئی ایسی بستی نہیں جہاں ذکر حسینؑ نہ ہوتا ہو اور کوئی ایسا ملک نہیں جہاں اردو زبان میں ذکرِ اہلبیت باقاعدگی سے نہ ہوتا ہو ان علماء کرام میں ایک نام جو ربع صدی تک افقِ خطابت پر پوری آن وشان سے جلوہ فرما رہا۔ خطیب شام غریباں علامہ سید عرفان حیدر عابدی طاب ثرہ کا ہے آپ بظاہر تو آج ہم میں موجود نہیں لیکن ہمیشہ موجود ہیں اور آنے والے دور کے ان گنت خطیب اس مجدد خطابت کی تقلید کرتے رہیں گے۔

علم وحکمت کے اس بے کراں سمندر کے وضع قطع اور آواز ولہجہ کی گھن گھرج کو اپنانے کا رواج تو بہت پہلے سے اپنوں اور پرائیوں میں رائج ہے آپ کی طرح نظر آنے کی دھن میں کتنے لوگوں نے اپنا آپ گنوا دیا لیکن ایسی شخصیتیں صدیوں میں بھی پیدا نہیں ہوتیں۔ میں نے عقیدہ وعمل کی اس منزل تیقن پر فائز اور کوئی شخصیت آج تک نہیں دیکھی۔ خطابت، فصاحت وبلاغت اندازِ بیاں کی دلکشی کہ جس کا میں اپنے آپ کو بلا شبہ طفلِ مکتب بھی نہیں سمجھتا علامہ عرفان حیدر عابدی کا شمار اسکے صف اول کے اساتذہ میں ہمیشہ ہوتا رہے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرورِ کونینؐ

یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝

سورہ مبارکہ یٰسین کی ابتدائی چار آیات کی تلاوت کا شرف حاصل کیا گیا۔

سورہ مبارکہ یٰسین مکی سورہ ہے۔ اور موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا چھتیسواں (۳۶) سورہ ہے۔ اس سورہ مبارکہ میں پروردگار عالم نے اپنے حبیبؐ کو یٰسین کہہ کر خطاب فرمایا ہے یٰسین حروف مقطعاتِ قرآنی میں سے ایک کلام ہے۔ حروف مقطعات پورے قرآن مجید میں ۲۹ کی تعداد میں ہیں۔ حروف مقطعاتِ قرآنی کے لئے علمائے اسلام کا یہ فیصلہ ہے کہ حروف مقطعات وہ ہیں کہ جن کے معانی ومفاہیم اللہ اور راسخون فی العلم کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ (داد و تحسین)

اس سورہ مبارکہ یٰسین میں پروردگار عالم نے اپنے حبیبؐ کو یٰسین کہہ کے خطاب کیا۔ اور حروف مقطعات میں سب سے زیادہ واضح کلام یہی ہے کہ جس کے معنی خود آیت نے آگے چل کر بتائے۔ "یا" حرف ندا ہے، (یٰسین) سے مراد سید و سردار ہے۔ پروردگارِ عالم نے کہا یا سین اے سید، اے سردار وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ہمیں قسم ہے اس قرآن کی جو حکمت ودانائی کا سرچشمہ ہے اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ تو من المرسلین ہے ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ تو مرسلین میں سے ہے، تو رسولوں میں سے ہے یعنی انک لمن المرسلین کہہ کر سرکارِ دو عالم کے آباؤ اجداد کے پورے شجرہ طیبہ کی عصمت وطہارت کی قسم قرآن میں پروردگار عالم نے کھائی کہ کائنات میں سرکار رسالتؐ کا شجرہ، اور آپ کے آباؤ اجداد ہی وہ ہیں جو اتنے پاکیزہ ہیں کہ قرآن میں قسم کھانے کی منزل پہ آجائیں۔

(نعرہ حیدری)

یہ شرف صرف ایک لاکھ چوبیس ہزار پیمبروں میں سرکار ختمی مرتبت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیؐ کو حاصل ہے کہ جس میں پروردگار عالم نے اپنے حبیبؐ کو کثرت کے

ساتھ اسکے پاکیزہ القابات کے ساتھ پکارا، کبھی یا سین کہا، کبھی **یایھا المزمل** کہا، کبھی **یایھا المدثر** کہا، کبھی **طه** کہا، کبھی **سراج منیر** کہا، کبھی **بشیر** کہا، کبھی **نذیر** کہا، کبھی **داعی الی الحق** کہا، ہر جگہ خطاب کر کے بلایا۔ پورے قرآن مجید میں سرکار رسالت مآب کا اسم گرامی جو محمدؐ ہے چار مقامات پر پروردگار عالم نے استعمال کیا۔

جیسے نامِ محمدؐ

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (آل عمران۔ ۱۴۴)

یہ محمدؐ تو ہے ہی نہیں سوائے رسول کے، خبردار اسے محمدؐ نہ سمجھنا، یہ زندگی کے ہر لمحے میں رسول ہے اعلان رسالت کرے تب بھی رسول، نہ کرے تب بھی رسول، بولے تب بھی رسول، چپ رہے تب بھی رسول، رزم میں جائے تب بھی رسول، بزم میں جائے تب بھی رسول، کسی کو سینے سے لگائے تب بھی رسول، کسی کو کاندھے پہ اٹھائے تب بھی رسول، کسی کو کعبے سے لائے تب بھی رسول، کسی بی بی کی تعظیم کے لئے اٹھے تب بھی رسول، صلح کرے تب بھی رسول، جنگ کرے تب بھی رسول، کسی کی گود میں پرورش پائے تب بھی رسول، (پرجوش نعروں کی صدائیں)

یہ پہلا مقام ہے جہاں کہا گیا وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ

دوسرے مقام پر کہا گیا پھر لفظ محمد سورہ مبارکہ ،الاحزاب میں استعمال ہوا،

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

(الاحزاب۔ ۴۰)

محمدؐ (تم) مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں وہ اللہ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں۔

تیسرے مقام پر ارشاد ہوا۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح ۲۹)

محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جوان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بڑے سخت ہیں (آپس میں بڑے نرم ہیں)۔ داد و تحسین (نعرے)

چوتھے مقام پر ارشاد ہوا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ (محمد۔ ۲)

اور جو کچھ ہم نے نازل کیا اپنے محمدؐ پر

یعنی پورے قرآن مجید میں چار مقامات پر لفظ محمدؐ آیا۔ ایک مقام پر لفظ احمد آیا۔ جہاں جناب عیسیٰؑ نے اپنی امت کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ میں بشارت دے رہا ہوں ایک رسول کی۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (الصّف۔ ٦)

کہ وہ میرے بعد آئے گا، اور اس کا نام احمد ہو گا۔

تو چار مقامات پر محمدؐ، ایک مقام پر احمدؐ

اب مقام فکر یہ ہے کہ پروردگار عالم کو اپنے حبیبؐ کی عظمت اتنی پیاری ہے کہ کہیں بھی یا محمدؐ کہہ کے خطاب نہیں کیا۔ یا آدمؑ تو کہا، یا یحییٰؑ، یا موسیٰؑ تو کہا لیکن اپنے حبیبؐ کی یہ عظمت رکھی کہ انہیں القابات سے یاد کیا۔

اور اتنی عزیز ہے پروردگار عالم کو سرکار رسالت مآبؐ کی عظمت کہ آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار پیمبر اس نے بھیجے، سب اس کے بھیجے ہوئے تھے پروردگار عالم نے یہ بھی گوارا نہیں کیا کہ اپنے ان ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار پیمبروں میں سے کسی کا نام محمد رکھ دیتا۔ (پرجوش نعرے)

اس لئے کہ اپنے حبیبؐ کی عظمت پیش نگاہ تھی۔ کہیں قیامت کے دن مقامِ فخر پر کوئی میرے محبوب سے یہ برابری کا دعویٰ نہ کر بیٹھے۔۔۔۔۔۔۔!

(نعرہ تکبیر، نعرہ رسالت، نعرہ حیدری)

کوئی نبی بھی یہ نہ کہہ بیٹھے کہ مقام میں نہ سہی نام میں تو برابر ہیں۔

مقام فکر یہ ہے کہ پروردگار عالم کو عظمتِ محبوب اتنی عزیز ہے کہ وہ اپنے انبیاء کو بھی یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ نام میں بھی محمدؐ کی برابری کریں۔ تو امتی کو کیسے اجازت دے دے گا کہ وہ مقام میں برابری کرے؟ (پرجوش نعروں کی صدائیں)

یہ عظمتِ پیمبر اسلامؐ ہے اور جگہ جگہ اس کی سیرت کی بھی قسمیں کھائیں، اسکی صورت کی بھی قسمیں کھائیں۔

لوگ سیرت النبیؐ لکھتے رہے، اللہ آیتوں کے ذریعے سے اپنے محبوب کی صورت بھی بیان کرتا رہا۔ سیرت بھی بیان کرتا رہا، اور لوگوں کو بتاتا رہا کہ اے قرآن میں تفکر کرنے والو! اگر صورت نبیؐ جاننا چاہو تو نبیؐ کے چہرے کی تعریف یوں کرنا۔ اپنے قلم سے خوبصورت نہ لکھنا بلکہ لکھنا کہ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا (۹۱۔۱) اس کے رخساروں کی اگر تعریف کرنا چاہو تو گلاب کی پتی کی تشبیہہ نہ دینا بلکہ کہنا والقمر اذا تلها (۲) (نعرے) میرے رسولؐ کی اگر صورت بیان کرنا چاہو تو اس کی آنکھوں کو نرگسی آنکھیں قرار نہ دینا بلکہ اسکی آنکھوں کو کہنا کہ مرج البحرین یلتقین (الرحمٰن۔۱۹) اس کی ابروں کو اگر قلم و قرطاس کے سپرد کرنا چاہو تو کمان نہ کہنا بلکہ اعلان کرنا

قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (النجم۔۹)

اسکے سینے کو اگر تشبیہہ دینا چاہو تو کہنا

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (۹۴۔۱)

حد یہ ہے کہ اگر اس کے پاؤں اقدس کی تشبیہہ دینا چاہو تو اس کے پیروں کو، اس کے پیر نہ کہنا بلکہ براہ راست ہر نماز میں تمنا کرنا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (الفاتحہ۔۵) اس کے علم کی اگر تعریف کرنا چاہو تو اپنی کم علمی کی بنیاد پر اسے امی نہ کہنا بلکہ سورہ رحمان سے اس کے علم کی حیثیت پوچھ لینا۔

اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ

رحمٰن وہ ہے جس نے پہلے علم قرآن دیا، پھر محمدؐ کو پیدا کیا، پھر بیان دیا (پرجوش نعروں کی صدائیں)

میرے محبوب کے اگر اخلاق کریمہ کی تعریف کرنا چاہو تو یہ نہ کہنا وہ بڑے خلیق تھے، بڑے بااخلاق تھے بلکہ کہنا

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم۔۴)

اس کی عصمت وطہارت کو اگر بیان کرنا چاہو تو اسے پاک کہہ کے دامن نہ چھڑا دینا بلکہ کہنا طٰہٰ،

یہ اللہ کا واحد رسولؐ ہے کہ جسے یہ شرف حاصل ہے کہ ہمارا نبیؐ کائنات کا نبیؐ، عالمین کا نبیؐ ذرے ذرے کا نبیؐ۔۔۔۔۔۔!

اس کی پرواز کی، اس کی بلندیوں کی اگر تعریف کرنا چاہو تو اس کی بلندیوں کے لئے دعا نہ کرنا۔۔۔۔۔! بلکہ قرآن کھول کر دیکھ لینا ہم نے خود اس کی بلندیاں بتائیں۔

سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

سبحان ہے وہ ذات، پاک وپاکیزہ ہے وہ ذات، پروردگار جس کی معراج کا تذکرہ کرنے سے پہلے اپنی سبحانیت کا اعلان کر کے، قیامت تک حجت قائم کرے، کہ مجھ جیسا" علی کل شئی قدیر " اللہ جو رسولؐ کا بھی اللہ ہے وہ اگر اپنے حبیبؐ کی معراج کا تذکرہ کرے تو پہلے اپنے آپ کو سبحان اور بے عیب کہے تو کسی عیب دار کو تو نام محمدؐ لینے کا حق بھی نہیں ہے۔ (داد وتحسین)

اس کی عظمتوں کو اگر بیان کرنا چاہو تو وہ وہاں تک پہنچا جہاں جبریلؑ کے پر جل رہے تھے، وہاں محمد مصطفیٰؐ نعلین پہنے ہوئے چل رہے تھے۔ (پرجوش نعروں کی صدائیں)

شانِ رسالت کو ہدیہ کر رہا ہوں یہ جملہ کہ تاریخ میں کوئی نبی، کوئی مرسل، آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک ایسا نہیں گزرا جس کی قسم کھائی گئی ہو لیکن یہاں صورت کی قسم! سیرت کی قسم، زلفوں کی قسم، لباس تک کی قسم کھائی گئی۔ یایھا المزمل اے کملی اوڑھنے والے

یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ اے چادر والے!

اسکی کملی کی قسم، اس کی چادر کی قسم، جس کے کپڑے اتنے پاک ہوں۔۔۔۔ (پرجوش نعرے)

چاہے ٹوٹے ہوئے ستارے کی قسم ہو، چاہے عصر کی قسم ہو، چاہے شمس کی قسم ہو چاہے قمر کی قسم ہو، چاہے پالنے والے کی قسم ہو۔ فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی

يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (النساء۔ ٦٥) اے میرے حبیبؑ تیرے رب کی قسم یہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے معاملات میں تجھے حکم نہ بنالیں۔

ساری کائنات میں یہ واحد نبیؐ جس کی پوری زندگی کی قسم کھا کر پروردگار نے اعلان کیا، میرے حبیبؑ تیری پوری حیات طیبہ کی قسم، تیرے بچپن کی قسم، تیرے لڑکپن کی قسم، تیری بے داغ جوانی کی قسم، تیرے ایک ایک لمحے کی قسم۔۔۔۔۔!

تو جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ نگاہِ قدرت میں قسم کھانے کی منزل پر ہو۔ پاک ہو، پاکیزہ ہو تو اسی کے لئے تو یہ کہا جائے گا۔ **لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنه** (الاحزاب۔ ۲۱)

پھر اعلان ہوا۔ جو آیت ہمارا عنوانِ گفتگو ہے۔ ان قسموں کی منزل پر۔

يٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ

اے سید، اللہ کہہ رہا ہے اے سید اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ یاسین، قسم ہے اس قرآن کی کہ تو مرسلین میں سے ہے کائنات کے کسی مورخ کو تیرے شجرے پہ دھوکا نہ ہو تو من المرسلین ہے من الکافرین نہیں ہے۔۔۔! (پرجوش نعروں کی صدائیں)

اور کیونکہ تو مرسلین میں سے ہے اس لئے تو ہی تو صراط المستقیم ہے کیونکہ تو آیا شجرہ طیبہ سے، تو آیا اصلاب طاہرہ سے، تو آیا ارحام مطاہرہ سے، تیرا شجر بھی پاک، تیرا ثمر بھی پاک، تیرا حسب بھی پاک، تیرا نسب بھی پاک، تیرے اباؤ اجداد بھی پاک، تیرا خاندان بھی پاک، تیری نسل بھی پاک، تیری اصل بھی پاک، تیرا لباس بھی پاک تیرا جسم بھی پاک، تیری بیٹی بھی پاک تیرا اداماد بھی پاک، تیرے حسنینؑ بھی پاک، تو خود بھی پاک (نعرہ حیدری)

اب آئیے لطف آئے گا نماز کا، ہر نمازی پانچ وقت میں اور کچھ پڑھے یا نہ پڑھے، یہ تو ضرور پڑھے گا۔ **اهدنا الصراط المستقيم**، پروردگار چلا ہمیں صراط مستقیم پر، قائم رکھ ہمیں صراط مستقیم پر، ثابت قدم رکھ صراط مستقیم پر، مستقیم کر دے صراط مستقیم پر، (میں نے سارے ترجمے کر دیئے) اے سید تو ہی مرسلین میں سے ہے تو ہی صراط مستقیم ہے (نعرہ حیدری)

لیکن بے نیاز اللہ کا بے نیاز محبوب اتنے بڑے بڑے انعامات پر ناز نہیں کر رہا۔ پالنے والے یہ تیری عطا ہے یہ تو کہہ رہا ہے کہ انك لمن المرسلین یہ تیرا احسان کہ تو نے مجھے نوازا یہ کہہ کر کہ میں مرسلین میں سے ہوں مگر مجھے ان نسبتوں پر فخر نہیں ہے میرے لئے تو فخر یہ ہے کہ تو کہے لمن المرسلین میں کہوں اَنَا مِنَ الْحُسَیْنؑ (پرجوش نعرے)

اگر رسولؐ نے حسینؑ سے نسبت لینا اپنے لئے فخر جانا تو حسینؑ نے بھی قسم کھائی نانا اگر تیری اس نسبت کو قابل سجدہ نہ بنادوں۔ میں ثابت کردوں گا کہ آپ نے سچ کہا تھا انا من الحسینؑ میں حسینؑ سے ہوں۔ آپ نے مدینے میں بیٹھ کر کہا تھا، میں مدینے سے نکل کر ثابت کروں گا (گریہ وماتم) کہ تو مجھ سے ہے، آپ نے مسند پہ بیٹھ کر کہا تھا میں تیروں کے مصلے پہ بیٹھ کر کہوں گا۔

دوستو! عجیب ہے حسینؑ کا جب یہ لقب دے رہے ہیں سرکار رسالت مآبؐ حسینؑ کو۔ حسینؑ اپنی ذمہ داری کو پہچانتے ہیں۔ مسئلہ بیعت کا نہیں ہے حسینؑ جانتے ہیں کہ میرے نانا نے کہا ہے کہ "اَنَا مِنَ الْحُسَیْنؑ" تو اگر یہ ہاتھ کسی کے ہاتھ میں جاتا ہے تو یہ حسینؑ کا ہاتھ نہیں ہے محمدؐ کا ہاتھ ہے۔

سر الشہادتین میں محدث دہلوی نے کہا کہ سرکار رسالت مآبؐ کو دونوں شرف حاصل ہوئے۔ شہادت سری بھی، شہادت جہری بھی۔

شہادت سری حسنؑ کی صورت میں، اور ظاہر بظاہر شہادت حسینؑ کی صورت میں، یعنی فاطمہؑ کے دونوں بیٹوں نے اپنے نانا کو دونوں تاج عطا کئے۔ حسنؑ نے بھی تاج شہادت، حسینؑ نے بھی تاج شہادت، میں نے جب محدث دہلوی کا یہ جملہ پڑھا کہ حسنؑ کی شہادت بھی رسولؐ کی شہادت ہے، حسینؑ کی شہادت بھی رسولؐ کی شہادت ہے۔ تو میں نے یہ سوچا کہ کاش محدث دہلویؒ میرے زمانے میں ہوتے تو میں ان سے یہ سوال ضرور کرتا کہ جب حسنؑ، حسینؑ کی شہادت رسولؐ کی شہادت ہے تو پھر حسنؑ، اور حسینؑ کا قاتل بھی تو رسولؐ کا قاتل ہوا نا؟

بڑی عظیم منزل پہ آپ آ گئے۔۔۔۔۔!

کربلا۔۔۔۔۔۔ شرافت خونِ ابو طالبؑ کا نام، کربلا تربیتِ علیؑ و بتولؑ کا نام، کربلا صداقت قول پیمبرؐ کا نام، کربلا ظلم و جبر کی طاقتوں سے ٹکرانے کا نام، کربلا جابر سلطان کے سامنے بہانگ دہل کلمۂ توحید پڑھنے کا نام

حسینؑ کسی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند نہیں کر رہے تھے بلکہ حسینؑ، شریعت کے باغی یزید کے خلاف علم جہاد بلند کر رہے تھے جس نے توحید کا بھی انکار کیا تھا، نبوت کا بھی انکار کیا تھا بحیثیت اولی الامر حسینؑ کی ذمہ داری تھی کہ توحید کو بھی بچائے نبوت کو بھی بچائے۔۔۔۔۔!

تو دنیا نے دیکھا کہ نو نو سو برس بھی بڑے بڑے جلیل القدر انبیاء جو کارنامے سرانجام نہ دے سکے۔ حسینؑ نے نو گھنٹے میں ایسی عظیم قربانیاں دیں کہ کائنات کے ذہین ترین افراد کو کہنا پڑا۔

حقا کہ بنائے لا اللہ است حسینؑ

حسینؑ لا اللہ کی بنا ہے بانی نہیں، بلکہ بنیاد ہے۔

اس بنیاد میں اکبرؑ کا خون دیا، عباسؑ کا خون دیا، قاسمؑ کا خون دیا، اور اس بنیاد کو مضبوط تر کرنے کے لئے آواز دی۔

ربابؑ۔۔۔۔۔۔۔ جھولے سے علی اصغرؑ کو لے آ۔

عزادرانِ حسینؑ آج قیامت کی رات ہے۔ آج کی شام کو شام غریباں اس لئے کہتے ہیں کہ محمد مصطفیؐ کی اولاد غریب ہو گئی۔ خیمے جل گئے، بچے خیموں سے نکل رہے ہیں۔

حمید کہتا ہے میں نے دیکھا ایسے میں ایک شیر دل بی بی جلتے ہوئے خیمے میں داخل ہوئی۔ پشت پر ایک بیمار کو لئے ہوئے باہر آئی۔

سید سجادؑ کو زمین پر لٹایا۔ شانہ ہلایا، شانہ ہلا کر کہا سید سجادؑ آنکھیں کھولو زینبؑ اُجڑ گئی۔ بیٹا اب تم امام وقت ہو۔ سلام ہمارا سیدہ زینبؑ پر، جس نے کربلا ہی میں سید سجادؑ کی امامت کا اعلان کر کے یزید کی شکست کا اعلان کر دیا تھا۔ اب تم امام ہو، جل کر مر جائیں۔ یا

خیموں سے باہر آجائیں۔ سید سجادؑ نے غش سے آنکھ کھولی۔ اور زندگی میں پہلی مرتبہ قیامت کا یہ منظر دیکھا کہ پھوپھی کے کھلے سر پر نظر پڑی۔ میرے غیور امام نے آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کے ایک جملہ کہا۔ پھوپھی اماں چچا عباسؑ کہاں گئے ؟

بیٹا کوئی باقی نہیں رہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔!

عزادارو! شام غریباں اسی لمحے کو کہتے ہیں جب حسینؑ کی چار سال کی بچی سکینہؑ کو شمر نے طمانچہ مارا۔ کربلا میں ڈوب گیا عاشور کا شرمندہ سورج، محمدؐ کی بیٹیوں کے کھلے سر کو نہ دیکھ سکا۔

اندھیرا چھا گیا کربلا میں ۔۔۔۔۔۔ ہر طرف عزیزوں کے لاشے۔ کہیں اکبرؑ کا لاشہ، کہیں عباسؑ کے کٹے ہوئے بازو، کہیں قاسمؑ کی لاش کے ٹکڑے! کہیں عونؑ و محمدؑ کے لاشے،

ایک جلے ہوئے خیمے کی طناب کو تھاما، ساری سیدانیوں کو، سارے بچوں کو اکھٹا کیا، علیؑ کی بیٹی شہزادی زینبؑ نے عباسؑ بن کر سہارا دیا۔ اور کہا غم نہ کرو کل شب عاشور میں عباسؑ نے پہرہ دیا تھا آج شام غریباں میں زینبؑ عباسؑ بن کے پہرہ دے گی۔

ہائے میری شہزادی، ہائے کربلا کی شیر دل خاتون

ہائے سیدہ زینبؑ

عرفان حیدر عابدی کی تقریریں

ڈاکٹر شمیم حیدر ترمذی

آج بھی بیدار ہے وہ اپنی تقریروں کے ساتھ
کون یہ کہتا ہے ، زیرِ خاک عرفاںؔ سو گیا

میں ذیشان عابدی کی اس بات سے پوری طرح متفق ہوں۔ عرفان حیدر عابدی مرا نہیں، زندہ ہے وہ اپنی تقریروں میں زندہ ہے وہ منبر کی رفعتوں میں زندہ ہے وہ عزاخانوں کی فضاؤں میں زندہ ہے وہ حیدری ملنگوں کے نعروں میں زندہ ہے اور وہ حسینی ماتمیوں کے نوحوں میں زندہ ہے ایسے شخص کو موت کیسے چھو سکتی ہے جس نے بقائے دوام حاصل کرنے والی ہستیوں کا ذکر زندگی بھر کیا ہو جس نے خطابت کے فن کو محمدؐ و آلِ محمدؐ سے تمسک کے وسیلے سے رفعت دی ہو۔ وہ جب تقریر کرتا تو یوں لگتا کہ وہ مدینہ چھوڑنے والوں کیساتھ تھا، وہ کربلا میں جان کا نذرانہ پیش کرنیوالوں کیساتھ تھا اور وہ شام کے بازاروں اور درباروں میں بے یارومددگار مسافروں کے ساتھ تھا۔ عرفان عابدی کی تقریروں نے اسے امر بنادیا اب وہ کہہ سکتا ہے۔

تم لوگ سمجھتے ہو کہ میں زندہ نہیں ہوں
میں ذاکرِ شبیرؑ ہوں ، **میں مردہ نہیں ہوں**
ذکرِ شہداؑ کرکے مرا سوگ منانا
اے اہلِ عزا دیکھو مجھے بھول نہ جانا

عرفان حیدر عابدی کی آٹھ تقریریں اس کتاب کا حصہ ہیں ان کے مواد اور انکی فضا کو سامنے رکھ کر انہیں مختلف عنوانات دیے گئے "ایمانِ ابو طالب" دلائل وبراہین سے آراستہ بڑے معرکے کی تقریر ہے اس میں جناب ابو طالب کی عظمت اور ایمان کو تاریخ کے

تناظر میں واضح کیا گیا ہے قریش مکہ سے مکالمہ، شعب ابی طالب کے مصائب اور خطبہ عقد پیغمبرؐ ان سب منازل کو عرفان عابدی نے پورے اعتماد اور وقار سے طے کیا ہے اور تقریر کے خاتمے پر جنابِ ابو طالب کے مومن ہونے پر کسی کو ذرا بھی شک نہیں رہتا۔ استدلال کا انداز دیکھیے "اللہ یہ کہہ رہا ہے کہ ہم نے تجھے یتیم پایا، ہم نے تیری پرورش کی، پرورش ابو طالب کر رہے ہیں مگر اللہ یہ کہتا ہے کہ نہیں، پرورش میں کر رہا ہوں اے ابو طالب کو کافر سمجھنے والے بے ایمان مورخو! اللہ کبھی کسی کافر کے فعل کو اپنا فعل نہیں کہتا، کسی مسلمان کے فعل کو اپنا فعل نہیں کہتا۔ قرآن سے پوچھو اللہ فقط فعل معصوم کو اپنا عمل کہتا ہے"

"شریعتِ معصوم" میں علامہ عرفان حیدر عابدی نے ایک اہم مسئلے یعنی شریعت کی ماہیت، اہمیت، اور اس کے اسرار و رموز کو تاریخی حوالوں اور مثالوں سے سمجھایا ہے شرح وبسط اور استدلالی بحث سے پہلے آغاز ہی میں ٹھوس اساس فراہم کی ہے ایسی اساس جو فکر کے دروازے کھولتی ہے جو سننے اور سمجھنے کے لئے دل وذہن کو آمادہ کرتی ہے۔

"دنیا صرف یہ جانتی ہے کہ نماز پڑھنے کا نام شریعت ہے، شریعت کے نعرے کا نام شریعت ہے دنیا یہ جانتی ہے کہ صرف قرآن کی تلاوت کا نام شریعت ہے کعبے کے گرد چکر لگانے کا نام شریعت ہے چور کا ہاتھ کاٹنے کا نام شریعت ہے عزیزان محترم! شریعت نام ہے ان اوامر نواہی کا جن کی خبر ہمیشہ پروردگار عالم نے معصوم کے ذریعے بھیجی"۔ اس شاندار تمہید کے بعد مولانا نے شریعت اور عصمت کے باہمی ربط، شریعت کے عناصر و عوامل اور وارثان شریعت کے فضائل و مناقب اور قیامت تک شریعت کے تحفظ اور قیام کے لئے آل محمدؐ کے فرائض کو انتہائی موثر اور مفصل انداز میں ہم تک پہنچایا ہے۔

"عدل و احسان" خالص علمی بحث پر مبنی زور دار تقریر ہے جس میں قرآن، وحدیث اور تاریخ کے حوالوں سے عدل اور احسان کے مدارج اور عدل اور ظلم کے تضاد کو واضح کیا گیا ہے علامہ کے نزدیک انسان، کائنات اور ہدایت کو ایک لڑی میں پرونے والی شے کا نام عدل ہے "اسلام عدل کا پیغام ہے، عدل بھی احسان کے ساتھ دوست تو دوست ہے دشمنوں سے بھی، قاتلوں سے بھی عدل کرو، اس انداز سے کہ احسان کی جھلک سامنے آئے"

تقریر کے آخر میں عرفان حیدر عابدی نے اسلامی تاریخ کے عادلوں اور ظالموں کا تقابلی مطالعہ نہایت پر جوش اور پر اثر انداز میں پیش کیا ہے۔

"اگر تاریخِ عدل و ظلم ایک جملے میں زمانہ سمجھنا چاہتا ہے تو ہندہ سے لیکر یزید تک ایک سلسلہ، حمزہ سے لے کر علی اکبرؑ تک ایک سلسلہ، کلیجہ وہاں بھی تھا، کلیجہ یہاں بھی ہے، نہ کلیجہ چبانے والے بدلے، نہ کلیجے پر برچھی کھانے والے بدلے، صرف چہرے بدلتے رہے، جو برچھی مارنے آیا، وہ ہندہ کا وارث تھا، جو برچھی کھانے آیا، وہ حمزہ کا وارث ہے، کربلا سمجھو، کربلا لکھو، کربلا سوچو، جیسے جیسے قیام عدل کی ضرورت دنیا محسوس کرتی جائے گی، ویسے ویسے کربلا کی ضرورت میں شدت آتی جائے گی۔ دنیا ظلم سے سمٹ رہی ہے کربلا عدل سے پھیل رہی ہے۔

"اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو خلق کیا" اس حدیث کی صراحت کے لئے تقریر بعنوان "مقصدِ بعثت" خاص اہمیت کی حامل ہے نور اول کی تخلیق کے سلسلے میں استدلال دیکھیے۔

"یہ اس کا عدل بھی ہے اس کا کرم بھی ہے اس کی رحمت بھی ہے کہ اس نے انسانوں کو بعد میں پیدا کیا، ہادی کو پہلے پیدا کیا تاکہ اس کائنات کا پہلا انسان بھی محروم ہدایت نہ رہے"

پھر علامہ نے ابلیس و آدم کے واقعہ سے یہ استنباط کیا ہے کہ ابلیس نے چونکہ آدم کی بعثت کو تسلیم نہیں کیا، اس لئے راندہ درگاہ ٹھہرا۔ گویا خیر و شر کی آویزش بھی مسئلہ بعثت ہی سے شروع ہوئی۔ یہی آویزش بلآخر حسینؑ و یزید کی شکل میں سامنے آئی۔ یہاں علامہ نے بحث کو سمیٹتے ہوئے تقریر کا ماحصل بیان کیا ہے۔

"یزید نمائندہ ہے شر کی قوتوں کا جو آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک کے مقابلے میں آتی رہیں، حسینؑ نمائندہ ہے خیر کی قوتوں کا جو آدمؑ سے لے کر خاتم النبینؐ تک ڈٹی رہیں۔ یہ دو شہزادوں کی جنگ نہیں، دو نظریوں کی جنگ ہے ایک رسالت کو ختم کرنا چاہتا ہے، ایک رسالت کو بچانا چاہتا ہے"

" وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ "میں خدا نے رسول اکرمؐ کی عصمت تکلم کی گواہی دی۔ تقریر "شانِ رسالت" اسی آیت کو بنیاد بنا کر اسوہ حسنہ کے سبھی عناصر کا احاطہ کرتی ہے علامہ نے قرآن کی رو سے حضور پاکؐ کو وجہ تخلیقِ کائنات، میثاق اول کی روح، مکمل نمونۂ عمل، مرکز و میزانِ محبتِ الٰہی اور انسانی فلاح کا چارٹر دینے والا مقنن ثابت کیا ہے پھر ایسے کامل واکمل رسولؐ کی تربیت کا حسین ترین شاہکار، امام حسینؑ کو قرار دیا ہے جنہوں نے سر دے کر بنائے لاالہ کو قیامت تک کے لئے استوار کر دیا۔

"تاریخ اسلام، تاریخِ مسلمان" میں عرفان حیدر عابدی نے وضاحت کی کہ تاریخ اسلام اور ہے اور مسلمانوں کی تاریخ اور یہ تقریر باقی سبھی تقریروں سے منفرد اور ممتاز یوں ہے کہ اس میں خطیبوں والا جوش، غصہ اور طنزیہ انداز موجود ہے اس تقریر میں ایک عالم کے دکھ اور اضطراب کو محسوس کیا جا سکتا ہے علامہ کو دکھ ہے کہ مورخوں نے مسلمانوں کی تاریخ کو اسلام کا لیبل لگا کر مذہب سے زیادتی کی ہے علامہ نے اپنا احتجاج اس قدر سخت لہجے میں ریکارڈ کروایا ہے کہ ہر ذی ہوش اس تاریخی مغالطے کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے علامہ کے خطبے میں ہر جگہ تاریخ کے ان دونوں رویوں کا تجزیہ موثر انداز میں ملتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

"ہماری تاریخ اسلام کی تاریخ ہے مسلمان کی تاریخ نہیں، تاریخ مسلمان میں ۷ ۲ رجب عام الفیل کو محمد مصطفیٰؐ نبی بنتے ہیں اور تاریخ اسلام کے مطابق "میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم مٹی اور پانی کے درمیان تھا" تاریخ اسلام کہتی ہے اے حبیبؐ ہم نے آپ کے سینے کو گنجینۂ انوار الٰہی بنایا تاریخ مسلمان کے مطابق نبی کے سینے کا اپریشن ہوا۔ تاریخ اسلام فتح مکہ کو رسولؐ کی بصیرت بتاتی ہے اور تاریخ مسلمان اسے ابو سفیان کو معاف کر دینے کا موقع قرار دیتی ہے تاریخ اسلام شہادت کے وقت حضرت علیؑ کا جملہ سناتی ہے کعبے کے رب کی قسم! میں کامیاب ہو گیا اور تاریخ مسلمان کہتی ہے کہ علیؑ کامیاب سیاست دان نہیں تھے جھگڑا ہے اصل میں اسلام اور مسلمان کے درمیان۔ اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان میرے سانچے میں ڈھل جائیں مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ اسلام موم کی ناک کی طرح ہماری خواہشات کے سانچے میں

ڈھل جائے"۔

"شہزادہ سبز قبا" میں جناب حسنؑ کے مناقب بیان کیئے گئے ہیں۔ سبطِ اکبرؑ کے وجود کو سورہ کوثر میں مرقوم مشرکین مکہ کے اعتراض کا شافی جواب کہا گیا ہے اس تقریر میں صلح کی شرائط کا تجزیہ کیا گیا ہے اور تخت و تاج کے بارے میں امام حسنؑ کا نقطۂ نظر واضح طور پر سامنے لایا گیا ہے۔

"غاصب حکمران جو تخت پر بیٹھ کر یہ سمجھتا تھا کہ بادشاہت میں عزت ہے، مولا حسنؑ نے تخت ٹھکرا کر بتایا، نہیں امامت میں عزت ہے بادشاہت وقتی طور پر بے عزتوں کو بھی عزتیں عطا کر دیتی ہے لیکن امامت وہ ابدی عزت و نعمت ہے جسے اللہ اپنے مصطفیٰ بندوں کو عطا کرتا ہے"

"سرورِ کونین" اس کتاب کی آخری تقریر ہے اس تقریر میں سرکارِ ختمی مرتبت کے ان القابات کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے جسے قرآن نے بھی اپنے دامن میں محفوظ کیا ہے۔

علامہ کے نزدیک "رزقِ علوم اہلِ بیت اگر ان مجالس کے ذریعے تقسیم نہ ہو تو انسانیت ابو جہل ہو جائے"۔۔۔۔۔ مجالس کی اس علمی اہمیت کے پیشِ نظر میں نے عزا خانوں میں کی جانے والی تقریروں کے صرف ان حصوں کا تجزیہ کیا ہے جو علمی مباحث سے متعلق ہیں۔ عرفان حیدر عابدی نے ان تقریروں کے ذریعے ایک طرف علم و عرفان کی شمع روشن کی ہے تو دوسری طرف کربلا کو ہر مومن کے اندر زندہ رکھنے کا اہتمام کیا ہے جو عالم اپنی ہر مجلس میں کہے۔۔۔ کربلا سمجھو، کربلا لکھو اور کربلا سوچو۔۔۔ جس مومن کے ذہن میں کربلا ہو، جس کے دل میں کربلا ہو، جس کی زبان پر، جس کی تقریر میں کربلا ہو اسے فنا کا ہاتھ بھلا کیسے چھو سکتا ہے۔ شاہد نقوی نے علامہ عابدی کی خطابت اور مقرری کے بارے میں کس قدر سچ کہا ہے:

سحر آفریں، جادو بیاں مقبولیت کا آسماں
فطرت شناسِ کارواں عرفان حیدر عابدی

علامہ عرفان حیدر عابدی پاکستان ٹیلیویژن کے پروگرام فہم القرآن میں

سید محسن نقوی اور علامہ عابدی مولانا ناصر عباس کی دعوت میں

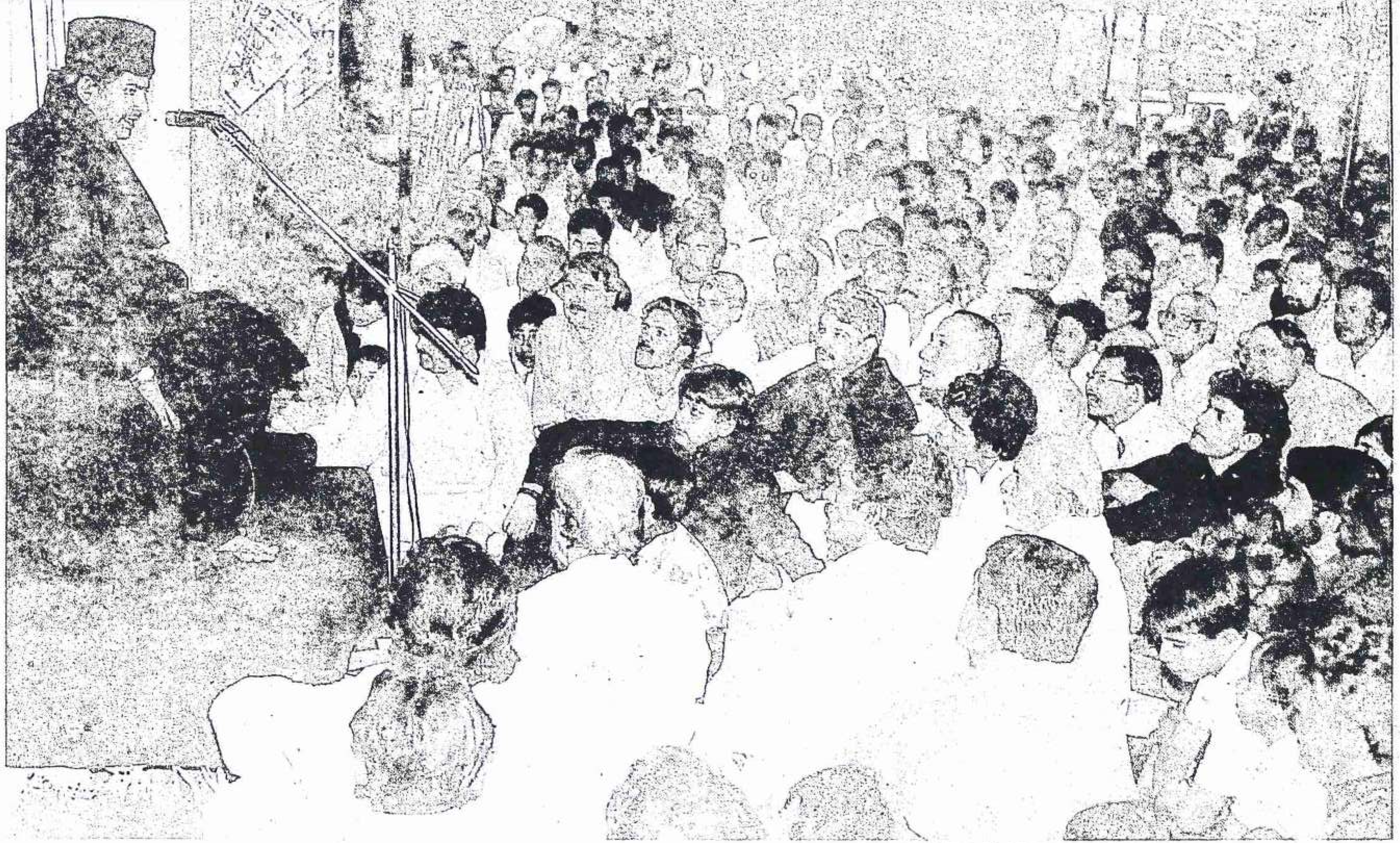

حضرت علامہ عرفان حیدر عابدیؒ کے ایصال ثواب کی مجلس عزاء سے ان کے شاگرد رشید علامہ ناصر عباس صاحب (ملتان)
خطاب کررہے ہیں

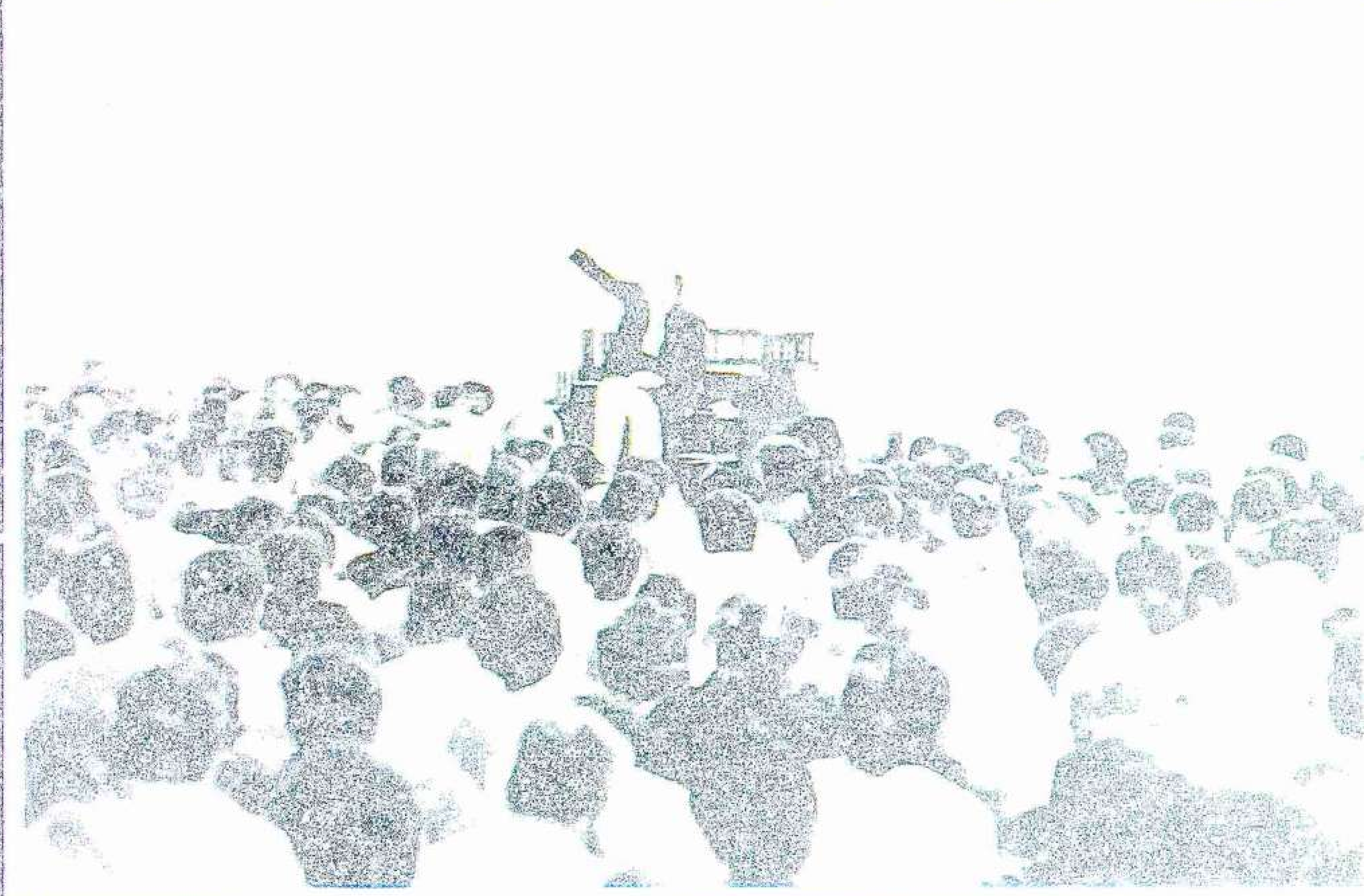

میں علامہ عابدی کے سوت [illegible] وہ کتنا

بڑا خطیب تھا کوئی مجھ [illegible] کے تو ایسا

خطیب وذاکر محمدؐ وآل [illegible]

[illegible] طالب [illegible] ری